اکتوبر 2009ء

زیر انتظام **جامعہ علمیہ سلطان المدارس الاسلامیہ**

زاہد کالونی عقب جوہر کالونی، سرگودھا

کیا آپ نے کبھی سوچا ہے؟

☆ ہر شخص کو ایک نہ ایک دن عمل کی دنیا سے رخصت ہونا ہے اور جزا کے عالم میں سمانا ہے یہاں جو کچھ اور جیسے اس نے عمل کیے اسی لحاظ سے اس کو مقام ملنا ہے خوش نصیب ہیں وہ افراد جنہوں نے اپنے مستقبل پر غور کیا اور اس چند روزہ زندگی میں ایسے کام کیے۔ جس سے ان کی زندگی زیست ہوگئی۔

☆ آپ بھی اگر چاہتے ہیں کہ قیامت تک آپ کے نامہ اعمال میں نیکیاں جاتی رہیں اور ثواب میں اضافہ ہوتا رہے تو فی الفور حیثیت قومی تعمیراتی کاموں میں دلچسپی لیں اور قومی تعمیراتی اداروں کو فعال بنا کر عنداللہ ماجور و عندالناس مشکور ہوں۔

☆ ان قومی اداروں میں سے ایک ادارہ جامعہ علمیہ سلطان المدارس الاسلامیہ سرگودھا بھی ہے آپ اپنے قومی ادارے جامعہ علمیہ سلطان المدارس الاسلامیہ کی اس طرح معاونت فرما سکتے ہیں۔

1۔ اپنے ذہین و فطین بچوں کو اسلامی علوم سے روشناس کرانے کیلئے ادارہ میں داخل کروا کر۔

2۔ طلبہ کی کفالت کی ذمہ داری قبول کر کے کیونکہ فرمان معصوم ہے۔ جس کسی نے ایک طالب علم کی ٹوٹے ہوئے قلم سے بھی مدد کی گویا اس نے ستر مرتبہ خانہ کعبہ کو تعمیر کیا۔

3۔ ادارہ کے تعمیراتی منصوبوں کی تکمیل کیلئے سیمنٹ، بجری، ریت، اینٹیں وغیرہ مہیا فرما کر۔

4۔ ادارہ کی طرف سے ماہانہ شائع ہونے والا رسالہ "دقائق اسلام" کے باقاعدہ ممبر بن کر اور بروقت سالانہ چندہ ادا کر کے۔

5۔ ادارہ کے تبلیغاتی پروگراموں کو کامیاب کر کے۔

آپ کی کاوشیں اور آپ کا خرچ کیا ہوا پیسہ صدقہ جاریہ بن کر آپ کے نامہ اعمال میں متواتر اضافے کا باعث بنتا رہے گا۔

ترسیل زر کیلئے

پرنسپل جامعہ علمیہ سلطان المدارس الاسلامیہ

زاہد کالونی عقب جوہر کالونی سرگودہا فون 0301-6702646

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ماہنامہ

دقائق اسلام

سرگودھا

جلد: ۱۳ | اکتوبر سنہ ۲۰۰۹ء | شمارہ: ۱۰

فہرست مضامین

مدیر اعلیٰ: ملک ممتاز حسین عوان

مدیر: گلزار حسین محمدی

پبلشر: ملک ممتاز حسین اعوان

مطبع: انصار پریس بلاک ۱۰

مقام اشاعت: سلطان المدارس سرگودہا

کمپوزنگ: بشیر

اتحاد ملت اسلامیہ وقت کی اہم ضرورت

عالم اسلام اس وقت زبوں حالی کا اتھاہ گہرائیوں تک پہنچ چکا ہے مسلمان ممالک کے سربراہان عالمی طاغوتی طاقتوں کے دام تزویر میں پھنس کر رہ گئے ہیں پوری دنیا کے مسلمان انتہائی کرب ناک کیفیت سے دوچار ہیں عراق، افغانستان فلسطین کشمیر اور بوسنیا کے مسلمان ظلم وجور کی چکی میں پس رہے ہیں۔ مظلوم اور بے گناہ لوگوں کا قتل عام کیا جا رہا مسلمان حکمران اپنی اپنی حکمرانی کی حفاظت میں مصروف عمل ہیں ان سب مظالم اور استحصال کا سبب امت مسلمہ کا باہمی اختلاف وانتشار ہے ضرورت اس امر کی ہے کہ تمام اہل اسلام باہمی فروعی اور علاقائی ولسانی اختلافات بھلا کر ملت واحدہ بن جائیں اور اتحاد و یگانگت سے اسلام کی مخالف قوتوں کا ڈٹ کر مقابلہ کریں تا کہ مسلمان قوم اپنے دین اسلام پر خود عمل پیرا ہو کر دیگر اقوام کی رہنمائی ورہبری کی طرف توجہ دیں۔

وطن عزیز پاکستان میں کچھ عرصہ سے مسلمان اپنے مسلمان بھائیوں کا بے دریغ خون بہا رہے ہیں ہزاروں اہل علم ڈاکٹر انجینئر اور اھل ثروت لوگوں کو ظلم کا نشانہ بنایا گیا اور ہزاروں خواتین بیوہ اور ہزاروں بچے یتیم ہوئے اسلام کے داعی اور شدت پسند مذہبی گروہ کیوں نہیں سوچتے کہ یہ اسلام کی خدمت نہیں بلکہ دین اسلام کی سراسر مخالفت ہے عالمی طاغوتی قوتیں سب مسلمانوں کو ایک جیسا سمجھتی ہیں اور وہ سب کے مشترکہ دشمن ہیں کاش یہ بات وہ لوگ جو غیروں کے مفاد کے لئے کام کر رہے سوچتے اور اسلامی اتحاد کی کوشش کر کے غیروں کے ارادے خاک میں ملا دیتے۔

ہمارے پیارے پیغمبرؐ کی تعلیمات کے مطابق ہر کلمہ گو دوسرے کلمہ گو کا بھائی ہے نیز فرمایا ایک مسلمان دوسرے مسلمان کے لئے دیوار کی مانند ہے جسکی اینٹ دوسری اینٹ کو مضبوط کرتی ہے پیارے نبی کا یہ بھی فرمان ہے تمام مسلمان جسد واحد کی مانند ہیں جب ایک عضو تکلیف میں ہو تو سارا جسم درد اور بے چینی محسوس کرتا ہے۔

دقائق اسلام کے صفحات پر بارہا ہم نے اتحاد و امت کی طرف اھل اسلام کی توجہ دلائی ہے۔

ہم تمام مکاتب فکر کے علماء اور دانشور حضرات سے دل کی گہرائیوں سے اپیل کرتے ہیں کہ تعلیمات اسلام کے لئے متحد ہو جائیں اور ایک آواز ہو کر مسلمانوں کی خیر خواہی اور فلاح وبہبود کے لئے سینہ سپر ہو جائیں تا کہ ظلم وغارت گری کے بادل چھٹ جائیں اور امت اسلامیہ عزت کی زندگی بسر کر سکے آخر میں ہم ولایت آئمہ معصومین سے منسلک اھل ایمان سے دست بستہ عرض پرداز ہیں کہ آپس کے اختلافات بھلا کر اھل ایمان پر ہونے والے مظالم کی روک تھام کے لئے کوشش کریں اور نفرت انگیز تحریروں اور تقاریر سے اجتناب کیا جائے اور انتشار پیدا کرنے والی قوتوں کی حوصلہ شکنی کی جائے تا کہ اصلاح اقوال کے مواقع پیدا ہو سکیں قرآن حکیم نبی آخر الزمان اور آئمہ معصومین کی سیرت پر عمل پیرا ہو کر اپنے اور دوسروں کے لئے امن کا پیغام دے سکیں۔

اللہ ہمارا اور آپکا حامی و ناصر ہو

باب العقائد

عقیدہ رجعت کا بیان

از قلم آیۃ اللہ علامہ محمد حسین نجفی موسس و پرنسپل سلطان المدارس

رجعت پر ایمان رکھنا واجب ہے کیوں کہ یہ اعتقاد شیعہ مذہب کی خصوصیات میں سے ہے اور سنی و شیعہ میں ائمہ اہل بیت سے اس کا ثابت ہونا مشہور و مسلم ہے، ان ذواتِ مقدسہ سے مروی ہے کہ جو شخص ہماری رجعت پر ایمان نہیں رکھتا وہ ہم سے نہیں ہے (یعنی ہمارے مذہب سے خارج ہے) جو کچھ اخبار و آثار سے واضح و آشکار ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ خداوند عالم جناب قائم آل محمدؑ کے زمانہ ظہور کے وقت یا اس سے کچھ پہلے کامل الایمان لوگوں کی ایک جماعت کو دنیا میں لوٹائے گا۔ تا کہ ائمہ اطہارؑ کی زیارت کر کے اور ان کی حکومت و سلطنت دیکھ کے ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور کفار و مخالفین کی ایک جماعت کو بھی دنیا میں لایا جائے گا تا کہ آخرت سے پہلے ان سے دنیا میں انتقام لیا جا سکے مگر دونوں فریق کے جو مستضعف لوگ ہیں وہ قیامت سے پہلے محشور نہیں ہونگے۔

اور جہاں تک ائمہ اطہارؑ کے رجوع کا تعلق ہے تو بہت سے اخبار جناب امیر اور جنابِ امام حسین علیہما السلام کے رجوع کرنے پر دلالت کرتے ہیں اور بعض اخبار و آثار جناب رسولؐ خدا اور دوسرے ائمہ ھدیٰ کے رجوع کرنے پر بھی دلالت کرتے ہیں۔ باقی رہی یہ بات کہ ان ذوات کا رجوع فرمانا جناب قائم آل محمدؑ کے زمانہ میں ہوگا یا اس کے بعد یا اس سے کچھ پہلے؟ اس سلسلہ میں اخبار میں اختلاف ہے لہٰذا واجب یہ ہے کہ بعض لوگوں اور بعض آئمہ علیہم السلام کے رجوع کرنے پر اجمالی ایمان رکھا جائے اور تفصیلات کا علم انہی ذواتِ عالیہ کے سپرد کیا جائے۔

باب الاعمال

کچھ اجتہاد و تقلید کے بارے میں

از قلم آیۃ اللہ علامہ محمد حسین نجفی موسس و پرنسپل سلطان المدارس

ارباب عقل و اطلاع پر یہ حقیقت مخفی نہیں ہے کہ شریعت مقدسہ اسلامیہ دو حصوں پر مشتمل ہے۔ (۱) عقائد (۲) احکام، اصول عقائد میں چونکہ ہر شخص پر علم و یقین حاصل کرنا ضروری ہے جو تقلید سے حاصل نہیں ہوسکتا۔ اس لئے بناء پر قول مشہور و منصور اصول عقائد میں تقلید جائز نہیں ہے باقی رہے احکام از قسم عبادات و معاملات وغیرہ تو ان میں ضروری ہے کہ ہر مکلف مجتہد ہو۔ یا مقلد یا محتاط، یعنی یا تو وہ اس قدر علمی لیاقت کا مالک ہو کہ خود قرآن وحدیث سے استنباط کر کے ہر ہر مسئلہ کا حل معلوم کر سکے۔ یا پھر کسی جامع الشرائط مجتہد کی تقلید کرے۔ یعنی اس کے حکم کیمطابق عمل کرے یا اس طرح احتیاط پر عمل کرے کہ اسے اپنی شرعی ذمہ داری سے بری الذمہ ہونے کا یقین حاصل ہو جائے۔

تقلید فطری چیز ہے:

بعض لوگ تقلید کے نام سے بدک جاتے ہیں ان کے اضافہ معلومات کی خاطر واضح کیا جاتا ہے کہ تقلید نہ کوئی پیری مریدی ہے نہ کوئی بیعت اور نہ ہی مجتہد و مقلد کا رشتہ نبی و امت یا امام و ماموم والا ہے بلکہ وہ صرف ایک فطری تقاضے کی تکمیل ہے اس اجمال کی بقدر ضرورت تفصیل یہ ہے کہ خدائے رحمان نے حضرت انسان کو مدنی الطبع پیدا کیا ہے۔ یعنی کوئی بھی شخص تن تنہا اپنے تمام امور معاش و معاد کو انجام نہیں دے سکتا بلکہ وہ زندگی کے ہر ہر شعبہ میں اپنے بنی نوع انسان کے تعاون کا محتاج ہے مثلاً جو شخص خود طبیب یا ڈاکٹر نہیں ہے تو وہ علاج کے لئے کسی ڈاکٹر کی طرف، جو خود وکیل نہیں وہ مقدمہ کے لئے کسی وکیل کی طرف اور جو معمار نہیں وہ مکان تعمیر کرنے کے لئے کسی معمار کی طرف رجوع کرتا ہے۔ وعلی ہذا القیاس۔

روزمرہ کا مشاہدہ شاہد ہے کہ ہر شخص جو چیز خود نہیں جانتا وہ اس سلسلہ میں اس کے جاننے والوں کی طرف رجوع کرتا ہے بعینہ یہی کیفیت دینی عبادات و معاملات کی ہے چونکہ شریعت کے اوامر و نواہی پر عمل کرنا واجب ہے اور عمل کرنے کے لئے پہلے علم حاصل کرنا ضروری ہے لہٰذا جو شخص خود براہ راست قرآن وحدیث سے علم حاصل نہیں کر سکتا۔ یعنی مجتہد نہیں ہے اس پر لازم ہوگا کہ (بطور مقدمہ واجب) یا تو بموجب ''فاسئلو اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون'' مجتہد جامع الشرائط کی تقلید کرے یا اس طرح احتیاط پر عمل کرے کہ برات ذمہ کا یقین ہو جائے۔

احتیاط کی وضاحت:

مثلاً ایک عمل کے متعلق فقہاء میں اختلاف ہے بعض اسے واجب قرار دیتے ہیں اور بعض صرف مستحب تو آدمی اسے ضرور بجا لائے۔ اسی طرح بعض علماء ایک فعل کو حرام قرار دیتے ہیں اور بعض صرف اسے مکروہ جانتے ہیں تو وہ اسے ہرگز نہ بجالائے یا ایک فعل

پر بعض علماء نماز قصر کا حکم دیتے ہیں اور بعض تمام کا تو یہ قصر و اتمام ہر دو کو جمع کرے تا کہ اسے اپنے شرعی وظیفہ کی انجام دہی کا علم و یقین حاصل ہو جائے۔

تقلید ناگزیر ہے:

اس بیان سے یہ بات واضح و عیاں ہو جاتی ہے کہ اس سلسلہ میں اصولیوں و اخباریوں کی نزاع (دیگر اکثر مسائل کی طرح) محض نزاع لفظی پر مبنی ہے نام خواہ مجتہد و مقلد رکھا جائے یا عالم و متعلم یا مبصر و مستبصر، یا فقیہہ و متفقہ اس سے اصل حقیقت پر کوئی اثر نہیں پڑتا کہ غیر عالم کو عالم کی طرف رجوع کرنا چاہیئے۔

اور جہاں تک لفظ اجتہاد کے نام سے نفرت کا تعلق ہے تو یہ بے جا ہے کیونکہ مقدمہ کتاب میں واضح کر دیا ہے کہ ہمارے اور دوسری اسلامی برادری کے اجتہاد میں یہ بنیادی فرق ہے کہ ہمارا اجتہاد صرف قرآن اور سرکار محمد و آل محمد علیہم السلام کے فرمان کے مرکز و محور کے ارد گرد گھومتا ہے جبکہ دوسروں کے اجتہاد میں اجماع، قیاس، استحسان، مصالح مرسلہ وغیرہ جائز الاعتماد ہیں۔ جس اجتہاد و تقلید کی بعض اخبار سے مذمت مترشح ہوتی ہے تو اس سے یہی دوسری قسم کا اجتہاد و تقلید مراد ہے جو آئمہ اطہار کے دور میں مخالفین میں رائج تھا۔ فلا تغفل

مرجع تقلید کے شرائط کیا ہیں؟

باقی رہی اس بات کی تحقیق کہ مرجع تقلید میں کن شرائط کا ہونا ضروری ہے؟ سو واضح ہو کہ جو کچھ خدا کے کلام اور سرکار محمد و آل محمد علیہم السلام کے فرمان سے واضح و عیاں ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ مرجع تقلید میں چند شرائط کا پایا جانا ضروری ہے۔

۱۔ فقاہت و اجتہاد۔ یعنی پیش آمدہ مسائل کو ان کے مدارک و ماخذ (قرآن و حدیث) سے استنباط کرنے کی پوری اہلیت و لیاقت رکھتا ہو۔

۲۔ صحت اعتقاد یعنی صحیح اثنا عشری عقائد کا حامل ہو۔

۳۔ امور قبیحہ سے اپنے نفس کی حفاظت کرنے والا ہو۔

۴۔ ان چیزوں سے اپنے دین کو بچانے والا ہو جو انسان کو بے دین بنا دیتی ہیں۔

۵۔ ہوا و ہوس نفس امارہ کی مخالفت کرنے والا ہو۔

۶۔ اپنے مولا و آقا خداوند عالم اور اس کے ساتھ ساتھ رسول خدا اور آئمہ ہدیٰ کا مطیع و فرمانبردار ہو۔

انہی آخری چار مذکورہ بالا شرائط کے مجموعہ کا نام ہے ''شرعی عدالت'' ہے۔ یعنی اس کے اندر ایک ایسا ملکہ ہو جس کی وجہ سے وہ (جان بوجھ کر) واجب کو ترک نہ کرے اور محرمات کا ارتکاب نہ کرے۔ الغرض وہ گناہان کبیرہ کا ارتکاب اور گناہان صغیرہ پر اصرار نہ کرے اور اگر کبھی بتقضائے بشریت ایسا ہو جائے تو فوراً توبۃ النصوح کر لے۔ مخفی نہ رہے کہ یہ تمام شرائط امام حسن عسکری علیہ السلام سے منقول شدہ حدیث شریف کے اندر بالتفصیل مذکور ہیں فرماتے ہیں ''اما من کان من الفقهاء صائناً لنفسه حافظاً لدينه. مخالفاً لهواه، مطيعاً لامر مولا فللعوام ان يقلدوه'' یعنی فقہاء میں سے جو شخص اپنے نفس کو بچانے والا، انے دین کی حفاظت کرنے والا، اپنی خواہشات کی مخالفت کرنے والا اور اپنے مولا کے حکم کی اطاعت کرنے والا ہو۔ عوام کے لئے اس کی تقلید کرنا جائز ہے۔ (احتجاج طبرسی وغیرہ) ایسے ہی شخص کو ''مجتہد جامع الشرائط'' کہا جاتا ہے: وذالک لا يكون الا بعض فقهاء الشيعته لا كلهم. كما لا يخفى''

باب التفسیر

پیغمبرؐ اسلام کے بعض اخلاق کریمانہ کا بیان

از قلم آیۃ اللہ علامہ محمد حسین نجفی موسس و پرنسپل سلطان المدارس

سورہ آل عمران

فبما رحمة من الله لنت لهم و لو كنت فضا غليظ القلب لا نفضوا من حولك فاعف عنهم و استغفر لهم و شاورهم فى الامر فاذا عزمت فتوكل على الله ان الله يحب المتوكلين (۱۵۹)

ترجمہ:

(اے رسولؐ) یہ اللہ کی بہت بڑی مہربانی ہے کہ تم ان لوگوں کے لیے اتنے نرم مزاج ہو۔ ورنہ اگر تم درشت مزاج اور سنگدل ہوتے تو یہ سب آپکے گردوپیش سے منتشر ہو جاتے۔ انہیں معاف کردیا کریں۔ ان کے لیے دعائے مغفرت کیا کریں اور معاملات میں ان سے مشورہ بھی لے لیا کریں۔ مگر جب کسی کام کے کرنے کا حتمی ارادہ ہو جائے تو پھر خدا پر بھروسہ کریں بے شک اللہ بھروسہ کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔

اس آیت شریفہ میں پیغمبر اسلام کے اخلاق کریمانہ اور الطاف رؤوفانہ کا تذکرہ کیا گیا ہے اور پھر ان کی رحمت و رافت خداوندی کا نتیجہ و ثمرہ قرار دیا گیا ہے۔ پیغمبر اسلامؐ کے ساتھیوں سے ایک ایسی غلطی سرزد ہوتی ہے۔ جس کے نتیجہ میں آنخضرت کو جسمانی اور روحانی تکلیف پہنچتی ہے۔ جنگ کا پانسہ پلٹ جاتا ہے یعنی جیتی ہوئی جنگ شکست سے بدل جاتی ہے اور اسلام و مسلمانوں کو ناقابل تلافی نقصان و زیاں کا سامنا کرنا پڑتا ہے مگر خلق عظیم کا مالک ایسے لوگوں کو سزا دینا تو کجا زبانی سرزنش بھی نہیں کرتا۔ بلکہ لطف و مدارا کے ساتھ ان سے پیش آتا ہے۔ یہ خدائے رحیم و کریم کی رحمت واسعہ کی جلوہ نمائی نہیں تو اور کیا ہے؟ اگر آنخضرت کا حوصلہ اتنا بلند، رحمت و شفقت اس قدر وسیع اور عفو و درگزر اس قدر بے پایاں نہ ہوتا۔ تو شمع رسالت کے پروانوں اور جمال محبوب کے دیوانوں کا اتنا جمگھٹا کیسے ہوتا؟ بلکہ قصور وار سزا کے خوف سے اور بے قصور بدخلقی اور درشت مزاجی کی وجہ سے تتر بتر ہو جاتے اور اس طرح آپ یکا و تنہا رہ جاتے اور تبلیغ اسلام کا مقدس سلسلہ رک جاتا اور آپ اپنے مشن میں ناکام ہو جاتے خدائے غفار و ستار نے عجیب مشفقانہ انداز میں سفارش کی ہے "فاعف عنهم"۔ ان لوگوں سے جو غلطی ہوگئی ہے۔ آپ اس کو معاف کردیں و استغفر لهم۔ میری جناب میں بھی انکی مغفرت کی شفاعت کریں۔ اس مقام پر جناب پیر کرم شاہ الازھری مرحوم نے بالکل بجا لکھا ہے کہ "اس آیت سے واضح ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ نے ہم گنہگاروں کے گناہ بخشنے کیلیے ہمارے دکھ درد دور کرنے کے لیے حضور نبی علیہ الصلوۃ والتسلیم کی دعا کو واسطہ اور وسیلہ بنایا ہے حضور کو وسیلہ سمجھنا اور حضور کی بارگاہ میں شفاعت کے لیے التجا کرنا شرک نہیں عین اسلام ہے۔ اور قرآن

کی تعلیم ہے۔" (ضیاء القرآن)۔

"و شاورھم فی" اور معاملات میں ان سے مشورہ لیا کریں۔ آگے بڑھنے اور مشورہ کے بارے میں کچھ گفتگو کرنے سے پہلے یہاں اس بات کی وضاحت ضروری ہے کہ اس آیت مبارکہ میں اہل اسلام کے ساتھ جس حسن سلوک کرنے کا پیغمبر اسلام کو حکم دیا گیا ہے۔ وہی حکم ایک عام سربراہ اور دینی مصلح کیلئے بھی ہے۔ مسلمانوں کے سربراہ اور ایک مصلح کے لیے ضروری ہے کہ وہ نرم دل اور نرم گفتار ہو۔ اور یہ نرم روی صرف عام معمولات زندگی میں ہی مطلوب نہیں ہے بلکہ اسلام اور غیر اسلام کے تصادم جیسے اہم مواقع پر بھی مطلوب ہے۔ جبکہ کچھ لوگوں کی حکم عدولی کیوجہ سے جیتی ہوئی جنگ ہار میں بدل جائے۔ جب تک حاکم اور سربراہ کے اندر یہ وسعت قلبی اور بلند ہمتی نہ ہو تب تک طاقت اور اجتماعیت قائم نہیں رہ سکتی۔ سربراہ کو چاہیئے کہ وہ ایسی غلطی کو بھلا کر لوگوں سے معاملہ کرے۔ حتی کہ ایسے لوگوں کا اتنا خیر خواہ ہونا چاہیے کہ اس کے دل سے ان کیلئے دعائیں نکلیں جب وہ ایسا سلوک کرے گا تو لوگ بھی اس سے دیوانہ وار پیار و محبت کریں گے اور اسکے احکام واوامر کی پابندی کریں گے۔

بقیہ باب الحدیث

چلے کہ اسے تم سے کوئی کام ہے۔ تو اسے کہنے کی ضرورت نہ آئے اسکے مطالبہ سے پہلے اس کا کام کردو۔ پس جب ایسا کرو گے تو تم اپنی ولایت کو خدا کی ولایت سے ملا دو گے۔ (ایضاً)

۳۔ حضرت رسول خداؐ سے مروی ہے فرمایا: مؤمن کے مؤمن پر سات حق واجب ولازم ہے۔ (۱) اسکی آنکھ میں اسکے لئے احترام ہو (۲) اسکے سینہ میں اسکی محبت ہو (۳) اور مال میں اس سے ایثار کرے (۴) اس کا گلہ کرنا حرام سمجھے (۵) اگر بیمار ہو تو اسکی مزاج پرسی کرے (۶) اگر مرجائے تو اسکے جنازہ کی تشیع کرے (۷) اور اسکی موت کے بعد اچھے الفاظ میں اس کا تذکرہ کرے۔ (ایضاً)

بقیہ صفحہ ۱۳

جبکہ ایمان' انسان پر حکم فرما ایک قدرت کی طرح عمل کرتا ہے' اور اسکی خواہشات کو اپنے کنٹرول میں لیتا ہے اور انہیں حق اور اخلاق کے راستے پر دھکیلتا ہے۔ ایمان انسان کو بناتا ہے اور انسان علم کی قوت کے ذریعے دنیا کو۔ جہاں علم اور ایمان ایک دوسرے کے ساتھ ساتھ ہوں' وہاں انسان بھی سنور جاتا ہے اور دنیا بھی۔

باب الحدیث

برادر ایمانی کے ایک دوسرے پر حقوق کا تذکرہ

از قلم آیۃ اللہ علامہ محمد حسین نجفی موسس و پرنسپل سلطان المدارس

دین اسلام میں حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی پر بڑا زور دیا گیا ہے۔ اور بعض احادیث سے یہ وضاحت بھی کی گئی ہے کہ اللہ کے حقوق سے حقوق العباد کی اہمیت زیادہ ہے۔ چنانچہ اگر کوئی بندہ حقوق اللہ کی ادائیگی میں کوتاہی کرے تو خدا اسے سزا بھی دے سکتا اور معاف بھی کر سکتا ہے۔ سزا دینا اس کا عدل ہے۔ اور معاف کرنا اس کا فضل ہے۔ مگر حقوق العباد کا معاملہ اسقدر سخت ہے کہ اگر کسی بندے نے کسی بندے کا بالخصوص کسی بندہ مؤمن کی حق تلفی کی۔ تو جب تک مظلوم ظالم کو معاف نہیں کرے گا تب تک خالق بھی ظالم کو معاف نہیں کرے گا۔ اب رہی یہ بات کہ یہ حقوق کسقدر ہیں؟ تو اس سلسلہ میں مختلف اخبار و آثار وارد ہوئے ہیں جو مہم اور اہم پر محمول ہیں۔

۱۔ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے فرمایا مؤمن کا اپنے برادر مؤمن پر یہ حق ہے کہ وہ (۱) اسکی بھوک کا علاج کرے (۲) اسکو کپڑا پہنائے (۳) اسکی پریشانی کو دور کرے (۴) اس کا قرضہ ادا کرے۔ (۵) اور جب وہ فوت ہو جائے تو اسکے اہل و عیال میں اسکی جانشینی کرے (اصول کافی)

(۲) مروی ہے کہ معلی بن خنیس نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا کہ: ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر کیا حقوق ہیں؟ فرمایا سات حق واجب ہیں اگر ان میں سے کوئی حق بھی ضائع کیا تو اللہ کی ولایت اطاعت سے خارج ہو جائے راوی نے عرض فرمایا کیا مولا! وہ حقوق کیا ہیں؟ امام نے فرمایا اے معلی مجھے اندیشہ ہے کہ تم حقوق ضائع نہ کر بیٹھو علم تو حاصل کرو مگر عمل نہ کرو۔؟ معلی نے عرض کیا لاقوۃ الا باللہ۔ فرمایا: کہ کم از کم حق یہ ہے کہ تم اپنے برادر مسلمان کیلیئے وہ کچھ پسند کرو جو اپنے لیئے پسند کرتے ہو اور اسکے لیئے وہ کچھ پسند نہ کرو جو اپنے لیئے پسند نہیں کرتے۔

۲۔ دوسرا حق یہ ہے کہ اسکی ناراضگی سے بچو اور اسے خوش رکھو۔ اپنی جان و مال اور زبان اور اپنے ہاتھ پاؤں سے اسکی مدد اور نصرت کرو تم۔ اسکی آنکھ، وامر اور اسکے لیئے آئینہ ہو۔ یعنی ہر طرح اسکی خیر خواہی کرو۔ ایسا نہ ہو کہ تم پیٹ بھر کر کھاؤ اور وہ بھوکا ہو۔ تم سیراب ہو اور وہ پیاسا ہو۔ اور تم کپڑا پہنو اور وہ ننگا ہو۔ اگر تمہارا غلام ہے اور وہ اس کا نہیں ہے تو تم پر لازم ہے کہ اپنا خادم بھیجو جو اسکے کپڑے دھوئے اور کھانا پکائے اور رخت خواب بچھائے۔ اسکی قسم کو پورا کرو۔ اسکی دعوت کو قبول کرو بیمار ہو تو اسکی مزاج پرسی کرو۔ اور اگر مر جائے تو اسکی نماز جنازہ میں شرکت کرو۔ اور اگر تمہیں پتہ

بقیہ صفحہ نمبر ۷ پر ملاحظہ فرمائیں

باب المسائل

سوالات کے جوابات

بمطابق فتویٰ آیت اللہ محمد حسین نجفی دام ظلہ العالی

گذشتہ سے پیوستہ جناب سید عارف حسین نقوی ایم۔اے۔ ڈیرہ اسماعیل خان کے سوالات کے جوابات

سوال ۱۳۴: شام غریباں ایک گھوڑ اسوار آیا بی بی نے اس کو رکنے کو کہا لیکن وہ نہ رکا۔ وہ حضرت علیؑ تھے۔ بی بی نے بابا سے گلے شکوے کیے اور پھر سب سے ملاقات کی اسکی حقیقت بیان فرمائیں؟

الجواب: باسمہ سبحانہٗ اسکی حقیقت یہ ہے کہ اسکی کوئی حقیقت نہیں ہے اور اس روایت کی اساس و بنیاد نہیں ہے۔ اور محض افترا پردازوں کی اختراع ہے۔

سوال ۱۳۵: حضرت امام حسین علیہ السلام کا بی بی کے لاش پر پہنچنے پر اٹھ بیٹھنا اور ہمکلام ہونا علامہ۔۔۔ پڑھتے تھے اور آج بھی عالم وذاکر پڑھتے ہیں وضاحت فرمائیں؟

الجواب: باسمہ سبحانہ اسمیں کوئی شک وشبہ نہیں ہے کہ شہداء بھی زندہ ہوتے ہیں اور حضرت امام حسین علیہ السلام تو سید الشہداء ہیں۔ مگر کلام اسمیں ہے کہ انکی حیات کی کیفیت کیا ہے؟ بنص قرآن ہمیں اس کا شعور نہیں ہے۔ (ولکن لاتشعرون)۔ اور اگر امام شہادت کے بعد اٹھ کر بیٹھ جائیں اور بی بی سے کلام فرمائیں تو یہ تو حیات دنیوی بن جائے گی۔ اور ہماری سمجھ میں آجائے گی۔ یہ حیات شہداء تو نہیں ہے۔ جو بزرگ پڑھتے ہیں۔ ان سے رجوع کریں کہ یہ روایت کس مستند کتاب میں لکھی ہے۔ ہماری نظر قاصر سے تو ایسی کوئی روایت نہیں گری واللہ العالم۔

سوال ۱۳۶: حضرت امام حسین علیہم السلام کے قیام کا مقصد وہدف خلافت وحکومت تھا؟

الجواب: باسمہ سبحانہ امام عالیمقام کے قیام کا محرک ہدف اور مقصد وہی تھا جو آپ نے اپنے بھائی محمد بن حنفیہ کے نام اپنی وصیت میں بیان فرمایا تھا کہ ”ما خرجت اشراً ولا بطراً ولا مفسداً ولا ظالماً۔ بل انما خرجت لطلب الاصلاح فی امة جدی رسول الله و لان امر بالمعروف و نهی عن المنكر و اسیر بسیرة جدی رسول الله و علی ابن ابی طالب علیهم السلام“ امام کے سامنے چار مقاصد تھے ا۔ امت جد کو ابدی ہلاکت وتباہی سے بچانا ۲۔ امر بالمعروف کا فریضہ ادا کرنا۔ ۳۔ نہی عن المنکر کے وظیفے کی ادائیگی۔ ۴۔ پیغمبر اسلام اور حضرت امیر علیہ السلام کی سیرت وکردار کا احیاء بالفاظ دیگر اسلام کی بقاء اور کفر وشرک الحاد کے فنا کے لئے کام کرنا اور ہر قسم کا اقدام کرنا۔

سوال ۱۳۷: جناب جابر بن عبداللہ انصاری کی کربلا واپسی پر

اہلبیت کے قافلہ کر روکنا اور اونٹوں سے اترنے کا حکم جناب عباس علمدار بیان کرنا اور کافی وقت تک محو گفتگو رہنا اور ان کا موجودہ دو دور کے اماموں کو نہ پہچاننا اور ان کا بھی اپنا تعارف نہ کرانا کہ ہم تو موجود امام ہیں۔ یہ سب کیا ہے؟

الجواب: باسمہ سبحانہ یہ سب کذب وافتراء ہے۔ اور یہ روایت سینہ کزٹ ہے جسکی کوئی تاریخی حقیقت نہیں ہے۔ بات صرف اس قدر ہے جناب جابر بن عبداللہ حضرت امام حسین علیہم السلام کے پہلے زائر ہیں اور یہ وارد کربلا ہوئے ادھر آل محمد کا لٹا ہوا قافلہ شام سے وارد کربلا ہوا۔ اور سب نے مل کر دل کھول کر گریہ و بکا کیا اور سب سے پہلے شہداء کی عزاداری منائی۔

سوال ۱۳۸: کیا امام حسین علیہ السلام کا قیام وخروج سیاسی تھا؟

الجواب: باسمہ سبحانہ اس سوال کے جواب کی وضاحت اوپر والے سوال نمبر ۱۳۶ کے جواب میں کردی گئی ہے۔ ملاحظہ فرمائیں۔

سوال ۱۳۹: اگر اہل کوفہ حضرت امام حسین علیہ السلام کو دعوت نہ دیتے تو امام کا طریقہ انقلاب کیا ہوتا؟

الجواب: باسمہ سبحانہ جو امام اور نبی کا قائم مقام ہوتا ہے وہ حکیم الامت ہوتا ہے اگر اہل کوفہ دعوت نہ دیتے تو امام کا طریقہ انقلاب کیا ہوتا؟ اس کا جواب تو حضرت امام عالیمقام ہی دے سکتے ہیں۔ ہم صرف اسقدر جانتے ہیں کہ امام علیہ السلام طریقہ کار جو بھی اختیار فرماتے آپ کا ہدف اور مقصد صرف وہی ہوتا جو سوال نمبر ۱۳۶ کے جواب میں واضح کیا جاچکا ہے۔ کہ اسلام کی بقاء اور اسکی بہبود وفلاح اور کفر وشرک اور نفاق کی فنا۔ والحمدللہ۔

سوال ۱۴۰: اہل کوفہ نے امام حسین علیہ السلام کو کیا دعوت دی اور امام حسین ان سے کیا توقع رکھتے تھے؟

الجواب: باسمہ سبحانہ اہل کوفہ نے دعوت کیا دی؟ امام نے جواب کیا دیا؟ اور امام ان سے کیا توقع رکھتے تھے؟ یہ وہ سوالات ہیں جن کے جوابات تاریخ اسلام کے مبتدی طالب علم بھی جانتے ہیں۔ اور ہم نے بھی سعادۃ الدارین فی مقتل الحسین میں بڑی وضاحت کے ساتھ یہ حقائق بیان کردیے ہیں۔

ع لیکن ہمہ راز است کہ معلوم عوام است

والباقی باقی انشاءاللہ

باب المتفرقات

اپنے مستقبل کی تعمیر میں انسان کا موثر کردار

از آیت اللہ شہید مرتضیٰ مطہریؒ بشکریہ رسالہ البینات

دنیا کے موجودات جاندار اور بے جان (دو اقسام میں) تقسیم ہوتے ہیں۔ بے جان موجودات اپنی تعمیر اور اپنے آپ کو سنوارنے کے سلسلے میں کسی قسم کا کوئی کردار نہیں رکھتے۔ آگ، پانی، پتھر اور مٹی بے جان ہیں، اور اپنی تکوین اور تکمیل میں کسی کردار کے مالک نہیں، بلکہ محض بیرونی عوامل کے زیر اثر تکوین پاتے ہیں، اور انہی عوامل کے زیر اثر بسا اوقات ایک قسم کا کمال حاصل کرتے ہیں ان موجودات میں اپنے آپ کو بنانے سوارنے اور اپنی نشو ونما کے سلسلے میں کسی قسم کی کوئی کوشش اور سرگرمی نہیں دیکھی جاتی۔ لیکن جانداروں، جیسے نباتات، حیوانات اور انسانوں میں آفات و مشکلات سے اپنی حفاظت، دوسرے مواد کو جذب کرنے اور اپنی نسل کی افزائش کے سلسلے میں کچھ کوششوں کا مشاہدہ کیا جاتا ہے۔

نباتات میں بعض طبیعی قوتیں پائی جاتی ہیں، جو ان کے مستقبل کی تعمیر میں موثر ہوتی ہیں۔ نباتات میں ایسی قوت یا قوتیں پائی جاتی ہیں جو مواد کو زمین یا ہوا سے جذب کرتی ہیں، ان میں ایسی قوت یا قوتیں موجود ہیں جو اسکے جذب کردہ مواد کے ذریعے اندر ہی سے اسکی نشو ونما کرتی ہیں، اور ایسی قوت یا قوتیں ہیں جو اسکے لیے تولید نسل کا امکان فراہم کرتی ہیں۔

حیوان میں ان تمام طبیعی قوتوں کے علاوہ کچھ شعوری قوتیں جیسے دیکھنے سننے اور لمس کرنے وغیرہ کی حسین اور میلانات کے قبیل کی قوتیں پائی جاتی ہیں۔۔۔ حیوان ان قوتوں کے ذریعے ایک طرف تو اپنے آپ کو آفات سے پہنچنے والے نقصانات سے محفوظ رکھتا ہے، اور دوسری طرف اپنی انفرادی نشو نما اور اپنی نوع کی بقا کے اسباب فراہم کرتا ہے۔ انسان میں نباتات اور حیوانات میں موجود تمام طبیعی اور شعوری قوتیں پائی جاتی ہیں، ان کے علاوہ اس میں بعض اضافی میلانات اور مزید برآں عقل اور ارادے کی ایک غیر معمولی قوت بھی پائی جاتی ہے، جو اسکے مستقبل کو نسبتاً بہت زیادہ حد تک خود اسکے ہاتھ میں دے دیتی ہے اور وہ خود اپنے مستقبل کا انتخاب اور اسکی تعمیر کرتا ہے۔

جو کچھ ہم نے عرض کیا اس سے واضح ہوتا ہے کہ:

بعض موجودات اپنے مستقبل کی تعمیر میں کسی قسم کے کردار کی مالک نہیں ہوتیں۔ (جمادات)

بعض اپنے مستقبل کی تعمیر میں ایک کردار کی مالک ہوتی ہیں، لیکن ان کا یہ کردار نہ تو شعوری ہوتا ہے اور نہ آزادانہ، بلکہ طبعیت (Nature) نے ان کی اندرونی قوتوں کو غیر شعوری طور پر ان کی حفاظت، بقا اور مستقبل میں ان کی تعمیر کے لیے خدمت پر مامور کیا ہے۔ (نباتات)

بعض دوسری موجودات زیادہ کردار کی مالک ہوتی ہیں۔ ان کا یہ کردار شعوری ہوتا ہے۔ ہر چند آزادانہ نہیں ہوتا۔ یعنی اپنی اور اپنے ماحول سے ایک قسم کی آگہی کے ساتھ کچھ شعوری میلانات کی کشش کے زیر اثر اپنی حفاظت کے ذریعے، مستقبل کے لیے

کوشاں ہوتی ہیں۔ (حیوانات)

لیکن انسان اپنے مستقبل کی تعمیر کے سلسلے میں ایک سرگرم ترین، موثر ترین اور وسیع ترین کردار کا مالک ہے، انسان کا یہ کردار شعوری اور آگاہانہ بھی ہے اور آزادانہ بھی۔ یعنی انسان اپنے خود اپنے آپ اور اپنے ماحول سے آگاہ بھی اور اپنے مستقبل پر توجہ کے ساتھ، عقل اور ارادے کی قوت کے ذریعے اپنے مستقبل کو آزادانہ طور پر جس طرح چاہے منتخب کرسکتا ہے۔

ساتھ ہی انسان کے کردار کی ادائیگی کا دائرہ حیوان کی نسبت انتہائی وسیع ہے۔ انسان کے مستقبل کی تعمیر کے دائرے کی وسعت کا سرچشمہ خود انسان میں پائی جانے والی تین خصوصیات ہیں۔

ا۔ فکر و شعور کی وسعت: انسان علم کی طاقت کے ذریعے اپنی فکر و شعور کے دائرے کو ظواہر اور طبیعت کی سطح سے عبور کرکے ان کے باطن کی گہرائیوں تک وسعت دے لیتا ہے اور قوانین طبیعت سے آگاہ ہوجاتا ہے۔ قوانینِ طبیعت کا علم حاصل کی وجہ سے طبیعت کو اپنی زندگی سے زیادہ سازگار بنانے کے لیے انسان کا ہاتھ کھل جاتا ہے۔

۲۔ انسان میں اپنی ذات کی تعمیر کے حوالے سے جو ایک مخصوص صلاحیت پائی جاتی ہے، اور اس اعتبار سے کوئی اور موجود اسکی مانند نہیں ہے۔

اس کی وضاحت میں عرض ہے کہ اگرچہ بعض دوسرے جاندار بھی ایک محدود پیمانے پر سنوارے جاسکتے ہیں' اور ''خاص تربیتی عوامل'' کے ذریعے ان میں کچھ تغیرات وجود میں لائے جاسکتے ہیں جیسے کہ نباتات اور حیوانات کی زندگی میں ہم دیکھتے ہیں، لیکن اولاً تو ان میں سے کوئی بھی خود اپنے ہاتھ سے اپنی تعمیر نہیں کرتا، بلکہ انسان ان کی تعمیر کرتا ہے اور ثانیاً ان میں تغیر قبول کرنے کی صلاحیت انسان کی نسبت بہت کم ہوتی ہے۔

انسان اپنی خصلتوں اور عادات کے اعتبار سے ایک بالقوئی موجود ہے۔ یعنی اپنی ولادت کے آغاز پر وہ عادات و خصائل سے عاری ہوتا ہے، حیوانات کے برخلاف جن میں سے ہر ایک کچھ خاص خصلتوں کے ساتھ پیدا ہوتا ہے۔ انسان کیونکہ ہر قسم کی عادات اور خصلت سے عاری ہوتا ہے اور دوسری طرف اس میں عادت اور خصلت قبول کرنے کی صلاحیت پائی جاتی ہے۔

لہٰذا اپنے اندر تدریجاً خصلتیں اور عادتیں پیدا کرنے کے ذریعے اپنے اندر موجود فطری پہلوؤں کے ساتھ ساتھ کچھ ثانوی پہلوؤں کی تعمیر بھی کرتا ہے۔

انسان واحد موجود ہے جسے اپنا چہرہ تراشنے کے لیے قانونِ خلقت نے قلم خود اسکے حوالے کردیا ہے کہ وہ جس طرح چاہے اپنی تصویر بنائے۔ یعنی اسکے جسمانی خط و خال کے برخلاف جن کا معاملہ شکم مادری میں طے ہوچکا ہوتا ہے، اور حیوانات کی مزاجی خصوصیات اور ان کی روحانی شکل و صورت کے برخلاف جوان کی پیدائش کے مرحلے سے پہلے ہی مکمل ہوچکی ہوتی ہے، انسان کی روحانی شکل و صورت (جنہیں خصائل و عادات اور خلاقی ملکات کا نام دیا جاتا ہے) اس کی پیدائش کے بعد بہت وسیع پیمانے پر تعمیر ہوتے ہیں۔

بات یہ ہے کہ ہر موجود 'حیّ' حیوان' ہے جسے تعمیر کیا گیا ہے، لیکن انسان وہ چیز ہے کہ اسے تعمیر ہونا ہے اور یہی وجہ ہے کہ ہر قسم کے حیوانات جس طرح جسمانی اعضا میں ایک دوسرے کی مانند ہوتے ہیں' اسی طرح ان میں سے ہر ایک کی روحانی شکل و صورت اور روحانی خصلتیں بھی ایک جیسی ہوتی ہیں۔ تمام بلیوں کی ایک ہی خصلت ہوتی ہے اور تمام کتوں کی ایک طرح کی' تمام چینٹیوں کی ایک طرح کی۔ اگر ان میں فرق پایا بھی جاتا ہے، تو وہ انتہائی معمولی

ہوتا ہے۔ لیکن اپنے خصائل اور اخلاق میں انسانوں کے مابین بے انتہا فرق پایا جاتا ہے۔ بات یہ ہے کہ انسان ایک یگانہ موجود ہے جسے خود اپنے لیے انتخاب کرنا چاہیئے کہ وہ کیا بننا چاہتا ہے۔

اسلامی منابع (Sources) میں آیا ہے، کہ روزِ قیامت انسان اپنی کسب کردہ روحانی خصلتوں کے مطابق محشور کیے جائیں گے، نہ کہ ظاہری جسمانی شکل وصورت کے مطابق۔ یعنی انسان اکتسابی اخلاق کے اعتبار سے جس قسم کے جانور سے زیادہ مشابہ ہوگا اسکی شکل اور اسی کے جسم کے ساتھ محشور ہوگا۔ صرف وہ انسانی شکل وصورت میں محشور ہوگا جس اکتسابی اخلاق وعادات اور روح کے ثانوی پہلو، انسانی کمالات کے متناسب ہوں گے۔ بالفاظ دیگر جس کا اخلاق انسانی اخلاق ہوگا۔

انسان علم کی رہنمائی میں، طبیعت پر تسلط حاصل کر لیتا ہے اور جس طرح چاہتا ہے طبیعت کو اپنی ضروریات کے مطابق ڈھال لیتا ہے۔ انسان میں خود سازی اور تعمیر ذات کی جو صلاحیت پائی جاتی ہے، اسکے تحت جس طرح چاہے اپنے آپ کو بنالیتا ہے اور اس طرح اپنا مستقبل اپنے ہاتھ میں لے لیتا ہے۔

تمام تربیتی ادارے، اخلاقی مکاتیب اور دینی و مذہبی تعلیمات اس جانب انسان کی رہنمائی کے لیے ہیں کہ وہ کس طرح اپنا مستقبل تعمیر کرے، اسے کیا شکل دے۔ راہ راست وہ راستہ ہے جو انسان کو سعادت بخش مستقبل کی طرف پہنچاتا ہے اور گمراہی اور کجی کی راہیں وہ راہیں ہیں جو انسان کو تباہ اور بدبختی سے بھرے مستقبل کی جانب لے جاتی ہیں۔ خداوندِ عالم قرآنِ کریم میں فرماتا ہے:

''انا ھدینٰہ السبیل اما شاکراً و اما کفوراً''

(سورۂ دہر ۷۶۔ آیت ۳)

''ہم نے انسان کو (اس آزاد و اپنی تعمیر آپ کرنے والا موجود) کو راستہ دکھایا ہے، تاکہ وہ خود جو چاہے انتخاب کرے (دو میں سے کسی ایک راستے کا انتخاب کرلے (یا اس راستے کو چن لے جو ہم نے پیش کیا ہے اور ہمارا شکر گزار بن جائے یا دوسرے راستے کا انتخاب کرلے جو ناشکری کا راستہ ہے۔''

علم اور ایمان میں سے ہر ایک انسان کے مستقبل کی تعمیر میں علیحدہ علیحدہ کردار کے مالک ہیں۔ علم کا کردار یہ ہے کہ وہ انسان کے سامنے تعمیر کا راستہ رکھتا ہے۔ علم انسان کو اس بات کی قدرت دیتا ہے کہ جس طرح چاہے اپنا مستقبل طرح تعمیر کرے۔ جبکہ ایمان کا کردار یہ ہے کہ وہ انسان کو اس جانب لیجاتا ہے کہ وہ خود اور اپنے مستقبل کو کیسا تعمیر کرے کہ جو خود اسکے اور اسکے معاشرے کے لیے بہتر ہو۔ ایمان اس بات میں مانع ہوتا ہے کہ انسان اپنے مستقبل کو مادی اور انفرادی محور پر تعمیر کرے۔ ایمان انسان کی خواہش کو رخ دیتا ہے، اسے مادیات پر انحصار سے خارج کرتا ہے اور معنویات کو بھی اسکی خواہشات کا حصہ بناتا ہے۔

علم اپنی خواہش کے حصول کے لیے انسان کے ہاتھ میں ایک ہتھیار کی مانند ہے، وہ طبیعت کو جس طرح انسان چاہتا ہے اور حکم دیتا ہے بنا دیتا ہے۔ لیکن یہ بات کہ طبیعت کو کس انداز کا بنایا جائے، کیا طبیعت سے ایسی مصنوعات بنائے جو انسانی معاشرے کے لیے مفید ہوں، یا مخصوص افراد کی مزید توسیع طلبی کے لیے تخریبی قوتیں تخلیق کرے، یہ بات اس ہتھیار جسے علم نام دیا گیا ہے سے مربوط نہیں ہے۔ یہ اس سے وابستہ ہے کہ وہ انسان، علم جن کے تابع فرمان ہے، وہ کیسے انسان ہیں۔

بقیہ صفحہ ۷ پر ملاحظہ فرمائیں

باب المتفرقات

لمحۂ فکریہ

از ممتاز حسین نقوی

اسلام دشمن طاقتیں اپنے زرخرید گماشتوں کے ذریعے نئی نئی رسومات اختراع کر کے ہر ممکن طریقے آزمارہی ہیں اور تشیع کو بدنام بلکہ نابود کرنے کے درپے ہیں، ان طاغوتی طاقتوں کی سازش ہے کہ اگر پاکستان میں مذہب حقہ ختم نہ کیا جاسکے تو کم از کم ایسے حالات پیدا کردتے جائیں کہ اپنا تشخص برقرار نہ رکھ سکے ہر قسم کی اپنے ایجنٹوں کے ذریعے سازشیں کی جارہی ہیں مقدور بھر ریشہ دوانیاں آزمائی جارہی ہیں۔ علمائے حقہ خصوصاً مرجعیت کی مخالفت بلکہ مرجعیت کو دو ہزار دس تک ختم کرنا ان کا مشن ہے۔ عوام کو تابئین امام علیہ السلام کے خلاف لاکھڑا کرنا متنفر کرنا اور ایجنٹوں کے ذریعے الزامات لگانا بائیکاٹ کرنا کرانا یہاں تک جسارت کرنا کہ پرانی تقریریں ہیں فلاں علامہ اپنی تقریر میں نئے نئے نکات بیان کرتا ہے وغیرہ ایسے عقل کے دشمنوں اور عقل کے اندھوں کو یہ بھی پتہ نہیں۔ کہ اسلام محمدی ہے سارھے چودہ سو سال پرانا ہے اور اسی طرح قرآن مجید بھی اتنا ہی پرانا ہے۔ اسلام اور قرآن کو ترک کر دو جیسا کہ عملاً ترک کر چکے ہیں۔ تب ہی تو نئے نئے نکات سننے کو ملتے ہیں اور گلوکار دین کی تبلیغ کر رہے ہیں۔ کافی عرصہ ہوا دو اسلام اور دو قرآن نامی کتب لکھی گئیں ایسے لوگوں کو بھی چاہیئے کہ نیا اسلام اور پرانا نیا قران اور پرانا قرآن لکھ کر پیش کریں لیکن یہ ان کے لئے محال ہے کتب لکھنے کے لئے علم درکار ہے نہ کہ جہالت اور موسیقی۔ جس طرح خود ساختہ علامے اور گلوکار اپنے ذمے لگائے گئے فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔ جہالت کی انتہا ہے اور منبر رسولؐ پر گلوکار بغیر خوف حشر نشر و اشگاف الفاظ میں ہیں اور علماء دین کیا جانیں دین ہم سے پوچھو بلکہ فتوے صادر کریں ان کے پیرو اگر علماء و جہلاء کی قدریں کا موازانہ کرنے لگیں تو حق بجانب ہیں کیونکہ انہوں نے سیکھا ہی یہی ہے۔ الحمدللہ کے علماء حقہ بھی غافل نہیں۔ وہ بھی صحیح تعلیمات قرآن مجید اور محمد وآل محمد علیہم السلام کے فرامین کے مطابق تبلیغ وترویج مذہب حقہ دن رات کوشاں ہیں پاکستان میں مرجع شیعیان جہاں محقق دوراں مفسر قران حجت الاسلام آیت اللہ العظمیٰ حضرت علامہ محمد حسین صاحب نجفی کی مثال سامنے ہے جو دن رات بذریعہ تحریر و تقریر اپنا شرعی وظیفہ کما حقہ سرانجام دے رہے ہیں اللہ تعالیٰ بحق محمد و آل محمد علیہ السلام ان کا حامی و ناصر ہو اور ان کی توفیقات میں اضافہ فرمائیں تا کہ بھولے ہوتے واپس آسکیں۔ ایں دعا از من وجملہ جہاں آمین باد علمائے حقہ جنہوں نے ہزاروں کی تعداد میں کتب تصنیف فرماتیں۔ ان کتب کے مطالعہ سے کئی نابغہ

روزگار بزرگان نے مذہب حقہ قبول کیا نہ صرف قبول کیا بلکہ بذریعہ تصانیف وتالیف دنیا پر مذہب حقہ کی حقانیت ثابت کی۔ اور کر بھی رہے ہیں یہ حضرات معمولی نہیں تھے بلکہ صاحبان علم تھے بیرون پاکستان اور اندرون پاکستان بھی ان کی تصانیف سے فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے۔ ایسے حضرات کا تعارف ضروری ہے۔ اگر ان حضرات اور ان کی تصنیفات کو عام کیا جائے ان کا معہ کتب تعارف کرایا جائے تو اچھے نتائج برآمد ہوسکتے ہیں شاید چٹکلے باز علاموں اور گلوروں کی پذیرائی میں فرق پڑے۔ علم اور علماء دشمنوں میں کمی واقع ہوگی مذہب خود ساختہ نکات اور گانوں کی وجہ سے نہیں پھیلا بلکہ اس سے مذہب کی تنزلی ہوئی ہے دین کو علم اور علماء کی ضرورت ہے دین کو ترویج کے لئے ضروری ہے کہ اس باغ میں جو غیر ضروری جڑی بوٹیاں اُگ آئی ہیں یا اگائی جارہی ہیں انہیں جڑ سے اکھاڑ کر باغ کو صاف ستھرا کیا جائے امام زمانہ علیہ السلام کا انتظار نہ کیا جائے کہ حضرت تشریف لائیں گے اور صحیح دین بغیر اغیار کی آمیزش کے پیش فرمائیں گے امر بالمعروف ونہی عن المنکر ہر ایک کا فرض ہے صرف علماء کا ہی فریضہ نہیں بے دینی کا سدِ باب ضروری ہے حضرت امیر المومنین کا فرمان ہے کہ جو شخص ہاتھ سے زبان سے دل سے برائی کو نہیں روکتا وہ زندوں میں چلتی پھرتی لاش ہے ان لاشوں کو یہ نہیں کہنا چاہیئے شدت برتی جاتی ہے اکثر دین دشمن افراد ایسے الزمات لگائے رہتے ہیں ورنہ (الصامت عن الحق شیطان اخرس) جو حق بات نہ کہے بلکہ لوگوں کو حق سننے سے منع کرے اور خود بھی حق سے منحرف ہو وہ گونگا شیطان ہے اور شیطان سے نیکی بھلائی کی توقع رکھی ہی نہیں جاسکتی ایسے انسانوں سے غیبت، چغلی، شرارت، حسد، پارٹی بازی فتنہ بردازی کی توقع رکھی جاسکتی ہے۔ اور ساتھ ساتھ علمائد شمنی بھی۔ یہ لوگ علم وعلماء حق وحقیقت کے دشمن ہوتے ہیں تب ہی تو انہیں گونگا شیطان کہا جاسکتا ہے۔ بظاہر محمد وآل محمد علیہم السلام کی سنت اور ان کے نقش قدم پر چلنے کے دعویدار علما ہندو اور عیسائی کی سنت پر چل رہے اس کی چند ایک مثالیں ملاحظہ فرمائیں:

اخبار اساس میں قصور کی ایک خبر جشن ولادت علی علیہ السلام عقیدت واحترام سے منایا گیا حضرت عباس علمدار سے کوٹ بدر دین حضرت علی کا سہرہ بینڈ باجوں کی دھنوں میں لایا گیا۔ جہاں منعقدہ تقریب میں مقررین نے ہدیہ عقیدت پیش کیا۔ کیک بھی کاٹا گیا تالیاں بھی یقیناً پیٹی گئی ہونگی اور پیپی برتھ ڈے ٹو یو یا علی بھی کہا گیا۔ یہ تریب خالصتاً کفریہ اور شرکیہ ہے کیونکہ اسلام میں سہرے۔ گانے مہندی وغیرہ ہندوانہ رسومات کا اسلام سے تعلق ہیں ملتا اور نہ ہی عرب میں یہ رواج پاتے جاتے ہیں آج تک کسی شیعہ عالم دین سے سنا ہے اور نہ ہی کسی شیعہ کتاب میں پڑھا ہے علماء شیعہ سے التماس ہے کہ وضاحت فرمائیں کہ ایسی رسومات کا صحیح مقام کیا ہے۔ اسی طرح گوجرانوالہ امام بارگاہ گلستان معرفت را چھی معرفت ہے، میں یوم حضرت علی علیہ السلام منایا گیا یوم ولادت کے موقع پر کیک کاٹا گیا تصویر میں کیک کاٹتے اور تالیاں بجاتے دکھا گیا ہے اور یقیناً پیپی برتھ ڈے ٹو یا یا علی بھی کیا ہوگا۔ انگریز جب ہندوستان میں آیا تو یہ رسم بھی ساتھ لایا انگریز کی دیکھا دیکھی ہندوستانیوں نے بھی برتھ

ڈے منانا شروع کر دیا۔ مسلمان بھی یہ رسم مناتے ہیں۔ لیکن عام مسلمانوں نے اپنی کسی مذہبی شخصیت کے نام اس کفریہ و شرکیہ رسم کو منسوب نہیں کیا یہ شرف صرف اور صرف اس گمراہ فرقہ شیخیہ کو ہی حاصل ہے کہ اس رسم کو علی علیہ السلام سے منسوب کر کے اپنے مذہب کا حصہ قرار دے لیا۔ ہندو اور عیسائی ہر دو کافر بھی ہیں اور مشرک بھی اُن کی پیروی کو سنت سمجھ کر منانے والے اپنا اور اپنے مذہب کا جائزہ لیں۔ امیر علیہ السلام کا برتھ ڈے منانا اگر ضروری ہوتا اور شرعی لحاظ سے صحیح بھی ہوتا تو حسنین علیہم السلام ضرور مناتے بلکہ علی علیہ السلام کی اولاد تا امام مہدی علیہ السلام مناتے اور اپنے شیعوں کو حکم دیتے کہ تم بھی مناؤ اور نہ ہی آج تک مراجع عظام نے اس پر عمل کیا اور کرنے کو کہا صاف ظاہر ہے کہ یہ بدعت ہے اور ایک اور خبر امام بارگاہ زین سنٹر ناکن چورنگی اور مسجد جامعہ امامیہ ناظم آباد کراچی ادارہ تبلیغات اسلامی پاکستان کے زیر اہتمام دو روز مجالس عزا بسلسلہ ۱۰ ویں برسی حضرت زعفر جن اور ابن رحیل جن مورخہ 25,26 جون جمعرات بوقت 9 بجے شب منعقد ہو گی جس میں سوز خوانی سید عابد حسین ہاتف الوری سلام ڈاکٹر ریحان اعظمی اور پروفیسر سید سبط جعفر زیدی پیش کریں گے علامہ سجاد شبیر رضوی علامہ سید محمد عون نقوی۔ علامہ سید محمد علی زیدی۔ خصوصی خطاب فرمائیں گے۔ زعفر جن کی برسی منانے والے حضرات نے وضاحت نہیں فرمائی یہ کوئی روحانی دینی شخصیت یا سیاسی وسماجی شخصیت تھے یہاں کے رہنے والے تھے کہاں پیدا ہوئے ان کا مدفن کہاں ار دینی اور علمی شخصیت ہے تو پھر ہم بھی فاتحہ خوانی میں شریک ہو جائیں اور مزار کی زیارت بھی کریں پورے کوائف سے مطلع کرنے پر مشکور ہونگے۔ رسالہ دقائق اسلام میں سید شفقت حسین جعفری نے عباس، قمی عبدالحکیم، ذاکر جعفر طیار کے متعلق لکھا یہ تو نمونہ مشتِ از خروارے بلکہ آوے کا آوا ہی بگڑا ہوا ہے انہیں لوگوں یعنی دین فروشوں کے متعلق کسی نے خوب کہا ہے؟

بنام دین تجارت کے دھنی کچھ لوگ دھوکے سے

میرے معصوم لوگوں کو غلط راستے پہ ڈال آئے

یہ خرید و فروخت کی وبا شروع میں ایک یا دو شیخی حضرات کے ذریعے پھیلی ورنہ پہلے خون حسینؑ کی سودے بازی کا سوچا بھی نہیں جا سکتا تھا ایک صاحب ایسے تھے کہ سو روپے سے اگر پانچ روپے کم ملے تو نوٹ زمین پر پھینک دیتے تھے عزاداری کو فائدے مند اور منافع بخش کاروبار سمجھ کر تمام ناکارہ اور بے کار ٹوٹ پڑے پھر کیا تھا مصر کا بازار لگ گیا۔ سن سنا کر ہر قسم کی جعلی اور جھوٹی روایات منبر پر بیان ہونے لگیں ایسی بے سروپا روایات کی وجہ سے اصل حقائق پس پردہ چلے گئے اور من گھڑت قصے کہانیاں رواج پا گئیں لوگ ان خود ساختہ روایات کے اس قدر گرویدہ ہو چکے ہیں۔ صحیح رویاات کو سننا پسند ہی نہیں کرتے یہی وجہ ہے کہ علماء کی تحقیقی روایات انہیں پرانی نظر آتی ہیں اور علماء۔ کے خلاف پروپیگنڈا کیا جاتا ہے ہدف تنقید بنایا جاتا ہے۔ صرف اور صرف اپنی جہالت اور دین سے لاعلمی کی وجہ سے دوسرے نفسیاتی طور پر عوام کو علماء سے دور رکھنے کے لئے جس طرح یہ لوگ علی علیہ السلام کو تو مانتے ہیں لیکن علی علیہ السلام کی نہیں مانتے علی اور اولاد علی علیہم السلام کو علام مانتے ہیں بلکہ علماء کو بھی صاحب علم مانتے ہیں لیکن پیروی

گلوگاروں اور ابن سباء اور ابوالخطاب اور ان کے پیروؤں کی کرتے ہیں جیسا کہ شفقت حسین جعفری صاحب نے ایک مجلس کا حوالہ دیا ہے کہ اُس بے دین مقرر بلکہ علامہ ہی ہوگا نے علی اللہ اور علی اللہ اکبر کے نعرے لگوائے ایک وقت تھا کہ لاہور میں کسی کو ذاکروں کا پتہ ہی نہ تھا اور نہ ہی وہ جاہل علاموں کو جانتے اور پہچانتے تھے۔ اب اُسکے بالکل الٹ ہو رہا ہے جہاں علماء خطاب فرمایا کرتے تھے وہاں اب ان جیسے ذاکرین وخطبا نے قبضہ جما رکھا ہے۔ نقل کفر کفر نہ باشد علی اللہ علی رب وعلی اللہ اکبر کے نعرے بلاوجہ تو نہیں لگاتے اور لگواتے جاتے بلکہ سچ تو ہے جس کی پردہ داری ہے۔ آگے یہ کے آگے دیکھئے ہوتا ہے۔ جو ایسے کفریہ اور شرکیہ عقائد میں ڈوبے ہوئے مقرر یا گلوکار کو نہ سنے اُس دشمن علی علیہ السلام کہا جاتا ہے۔ توہین قرآن ورسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تو سزا مقرر کیا توہین خدا جو ان کا بھی خالق ہے کی کوئی سزا مقرر نہیں کی جاسکتی حکومت پاکستان کے لئے لمحہ فکریہ ہے اور شیعہ علماء کیلئے بھی کہ ان اغیار کے زرخرید مزدوران استعمار کے خلاف منبر و پر بھی اور تحریری طور پر بھی آواز بلند کریں حکومت سے بھی مطالبہ کیا جائے کہ توہین خدا کی بھی سزا مقرر کرلے تا کہاں بے لگام ہوس زر کے بندو کا محاسبہ ہو۔

انہیں کے لئے کہا گیا ہے کہ الراکب العرون رہبر نفسہ و جاہل اسیر لسانہ یعنی ہوس ولالچ کا مارا ایسے ہی ہے جیسے بے لگام گھوڑے پر سوار ہے اور اسیر نفس اور جاہل زبان کا امیر ہے جو منہ میں کہدے۔ ایسے جاہلوں کو پتہ ہے کہ انہیں کوئی روکنے ٹوکنے والا نہیں۔ یہ سنتِ یزید پر چل رہے ہیں اسلام میں سب سے پہلے گانا یزید لعین نے شروع کیا اور علماء کی توہین کا بھی وہیمر دود بانی ہے اس نے ایک بندر پال رکھا تھا جب تخت پر بیٹھا تو حکم دیتا کہ علامہ (معاذ اللہ) کو لاؤ پھر بندر کو علماء کا لباس پہنایا جاتا اور اُسے سے چھیڑ خانی کرتا۔ برا بھلا بھی کہتا یہ فریضہ اُس کے پیروکار وگلوکاروں اور نام نہاد جاہل علاموں نے سنبھال رکھا ہے اور ان کے سننے والے اسی لئے علما حقہ کی مخالفت طعنہ زنی اور بائیکاٹ کرتے ہیں۔ بظاہر یزید کو برا بھی کہتے لعنت بھی ڈالتے ہیں۔ جب عوام نے انہیں دل وجان سے قبول کرلیا تو یہ اپنے اصلی ہدف کی طرف متوجہ ہوتے اور عوام کو اسلامی دینی عقائد ونظریات سے ہر ممکن دور رکھنے کی کوشش کی جس میں یہ کامیاب بھی ہیں یہی وجہ ہے کہ اکثریت کو شیعت کی نشانیوں کا پتہ تک نہیں مجلس کرالو یا سن لو اور ماتم کرلو اکثر دیکھا گیا ہے کہ ماتمی حضرات قمیض بنیان اتار کر منہ میں پان نشہ میں دھت ماتم کر رہے ہیں دعوی یہ کہ ہماری مجالس میں جلہوسوں میں سید سجاد علیہ السلام اور پاک بیبیاں تشریف لاتی ہیں۔ اس کے متعلق علامہ حسین بخش جاڑہ صاحب مرحوم نے لکھا ہے کہ سید سجاد اور بیبیاں تشریف لاتے ہیں لیکن اسی طرح جس طرح دربار یزید میں گئے تھے کیونکہ نشہ بھی حرام اور غنا گانا بھی حرام ہے۔ علماء کرام اور ذمے دار با اثر ورسوخ افراد میدان میں اتریں اور ایسے دین سے عاری عناصر قوم میں قدم جما چکے ہیں بلکہ بہت زیادہ مقبول ہیں ان کا منبر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر چڑھ دوڑنا ختم ہو۔

ممتاز حسین نقوی

بیڑ سیالکوٹ

باب المتفرقات

نقش زندگانی امام جعفر صادق علیہ السلام

ازعلامہ ذیشان حیدر جوادی

امام صادق علیہ السلام کی ولادت ۱۷ ربیع الاول ۸۳ھ کو ہوئی اور آپ کی شہادت کی تاریخ ۱۵ شوال ۱۴۸ھ ہے یعنی آپ نے اس دنیا میں تقریباً ۶۵ سال گزارے ہیں جو تمام معصومینؑ میں سب سے زیادہ عمر ہے کہ اب تک جو معصومینؑ دنیا سے جا چکے ہیں ان میں امام صادقؑ سے زیادہ کوئی اس دنیا میں نہیں رہا اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ کوئی معصوم اپنی طبعی موت سے اس دنیا سے رخصت نہیں ہوا اور جسے جس قدر زندہ رہنے کا موقع دیا گیا وہ اسی قدر اس دنیا میں زندہ رہا اور جب زہر دغا یا شمشیر جفا کا نشانہ بنا دیا گیا تو رضائے الٰہی پر سر تسلیم خم کیے ہوئے دنیا سے رخصت ہوگیا امام زمانہؑ کی طول عمر کا راز بھی یہی ہے کہ آپ اہل دنیا کی دسترس سے دور ہیں ورنہ یہ اہل زمانہ آپ کو بھی زندہ نہ رہنے دیتے قدرت کو حجت آخر کو باقی رکھنا تھا اس لیے آپؑ کو حجاب غیب میں بچا کر رکھا اور دنیا پر واضح کر دیا کہ ہم جسے بچانا چاہتے ہیں اسے کوئی مٹا نہیں سکتا ہم فرعون کے قصر و موسیٰ کو بچا سکتے ہیں اور فراعنہ عصر کے درمیان حجت آخر کا تحفظ کر سکتے ہیں۔

امام صادق علیہ السلام نے زندگی کے ۱۲ سال اپنے جد بزرگوار امام زین العابدینؑ کے ساتھ گزارے ۹۵ھ میں امام زین العابدین کی شہادت ہوگئی تو آپ اپنے والد محترم کے ساتھ رہے۔ ۱۱۴ھ میں امام محمد باقرؑ کی شہادت ہوگئی تو امت مسلمہ کی مکمل ذمہ داری آپ کے سر عائد ہوگئی اس وقت آپ کی عمر مبارک ۳۰ برس کے قریب تھی اور بنی امیہ اور بنی عباس کی جنگ اقتدار شروع ہو چکی تھی۔ ۱۳۲ھ میں بنی امیہ کا چراغ گل ہوا اور بنی عباس ''حمایت حق آل محمدؐ'' کے نام پر برسر اقتدار آ گئے۔ امامؑ کی زندگی کے منصبی دور میں ۱۸ سال بنی امیہ کی حکومت رہی اور ۱۵ سال بنی عباس کا اقتدار رہا اور پوری زندگی کا حساب لگایا جائے تو آپ کی حیات میں دس بنی امیہ کے بادشاہوں نے حکومت کی اور دو بنی عباس کے بادشاہ رہے ایک سفاح جو ختم ہوگیا او دوسرے منصور جس نے آپ کو زہر دغا سے شہید کیا۔

امامت اور سیاست:

امامت کی زندگی کا یہ قابل لحاظ مرس ہے کہ آپ کی زندگی میں حکومت نے بارہ پلٹے کھائے اور اس طرح کہ ایک مکمل اقتدار کا تاج و تخت پامال ہوگیا اور دوسرے کے سر پر تاج رکھ دیا گیا اور سب کی کوشش یہی رہی کہ کسی طرح آپ کو شکست دے دی جائے اور آپ کو ذلیل و رسوا کر دیا جائے لیکن بارہ قلا بازیاں کھانے کے بعد بھی حکومت اپنے مشن میں کامیاب نہ ہو

سکی اور امامت اپنے خدمات میں مصروف رہی اور دنیا کو آواز دیتی رہی کہاں ہیں وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ امام سیاست سے بے خبر ہوتا ہے آئیں اور آکر دیکھیں کہ اہل سیاست کس طرح شکست کھا رہے ہیں اور امامت کس طرح فتح مبین حاصل کر رہی ہے۔

حکومتوں کے ان انقلابات میں ایسے مواقع بھی آئے ہیں جب امام کو تخت وتاج کی پیش کش کی گئی اور بنی عباس کے کمانڈران چیف نے چاہا کہ حمایت آل محمدؐ کے دعویٰ کی توثیق کیلئے امام کو ساتھ لے لیا جائے لیکن آپ نے واضح لفظوں میں انکار کر دیا اور بتایا دیا کہ میں انجام کار سے باخبر اور نیتوں سے آگاہ ہوں مجھے حکومت کی کوئی ضرورت نہیں ہے بلکہ اگر خاندان میں کوئی شخص قیادت امت کے لیے بھی تیار ہوا تو اسے بھی متنبہ فرما دیا کہ اس انقلاب کا انجام اچھا نہیں ہے اس سے کنارہ کش رہنا ہی مناسب ہے۔

ایسے ہی مواقع کو دیکھ کر اکثر سادہ لوح افراد یہ کہہ دیا کرتے ہیں کہ آل محمدؐ کا ملکی سیاست سے کوئی تعلق نہیں رہا اور انہوں نے ہمیشہ اپنے کو حکومت دنیا سے الگ رکھ کر فقط فکر آخرت کی ہے اور عبادتوں میں زندگیاں گزاری ہیں۔ استعماری طاقتوں نے اس خیال کو اور بھی راسخ بنا دیا ہے تاکہ آل محمدؐ کے باشعور پرستار حکومت سے غافل ہو جائیں اور استعمار کو اپنے منصوبوں کی تکمیل کا موقع مل جائے، حالانکہ تاریخ کا ادنیٰ مطالعہ بھی اس بات کا گواہ ہے کہ مرسل اعظمؐ یا ان کے اہل بیت طاہرینؑ نے کبھی حکومت سے کنارہ کشی نہیں کی اور ہمیشہ اس فکر میں رہے کہ دنیا میں حکومت الٰہیہ قائم ہو جائے اور تباہی کے راستے پر جانے والی دنیا سیاست الٰہیہ کے راستے پر چل پڑے اسلام میں پہلی حکومت سرکار دو عالمؐ ہی نے قائم کی ہے۔ جہاں مکمل طور پر سرکار کے احکام چلتے تھے اور آپ کی پوری مملکت کا انتظام فرماتے تھے اس کے بعد مولائے کائنات نے بھی مختصر سے وقفہ میں ملنے والے موقع کو نظر انداز نہیں کیا اور اپنے امکان بھر حکومت الٰہی کے قیام کی کوشش کرتے رہے اور خود ہی ارشاد فرمایا کہ "ہماری حکومت کا مقصد قیام حق اور دفاع باطل ہوتا ہے ہم اہل ہوس نہیں ہیں لیکن حکومت سے الگ ہونا بھی نہیں چاہتے" ہاں جب آل محمدؐ نے دیکھا کہ حکومت ہمارے نام کو استعمال کرنا چاہتی ہے اور ہم اس کی روش کو تبدیل نہیں کر سکتے تو علیحدگی اختیار کر لی اور عدم تعاون کی مکمل پالیسی کا اعلان کر دیا تاکہ ان کے نام کا غلط استعمال نہ ہو سکے اور ان کی شرکت کو حکومت کے اسلامی ہونے کی دلیل نہ بنایا جا سکے۔

قیام حکومت امامت کے فرائض میں سے ایک فریضہ ہے جب بھی اس کے حالات پیدا ہو جائیں گے امام حکومت ضرور قائم کرے گا اور سیاسی مسائل کو آپ نے ہاتھوں میں لے لے گا اور جب اس کے حالات سازگار نہ ہوں گے تو بھی کنارہ کش ہو کر حجرے میں نہیں بیٹھے گا بلکہ اس کی پالیسیوں کی کڑی نگرانی کرتا رہے گا اور حتی الامکان اس کی رہنمائی تنقید یا مقاطعہ سے کنارہ کشی نہیں کرے گا امام زین العابدینؑ نے اپنے گریہ مسلسل کے درمیان تنقید سے کام لیا امام محمد باقرؑ نے بھی تنقید فرمائی امام جعفر صادقؑ اور اس کے بعد کے آئمہ معصومینؑ میں واضح طور پر

مقاطعہ کی پالیسی اختیار کی اور حکومت کی ملازمت بلکہ اس کے ہاتھ سامان کرایہ پر دینے کی بھی ممانعت کردی اور امام موسیٰ کاظمؑ نے صفوان جمال سے یہاں تک فرمادیا کہ جب تم اپنے اونٹ حکومت کو مع کرایہ پر دیتے ہوئے تو تمہارا دل چاہتا ہے کہ کرایہ دار اس وقت تک زندہ رہے کہ اونٹ مع کرایہ کے واپس آجائیں۔ یادرکھو ظالم کیلئے حیات کی تمنا کرنا یہ بھی اعانت ظلم ہے اور میں اپنے چاہنے والوں کیلئے اتنی مقدار میں اعانت بھی برداشت نہیں کرسکتا ظاہر ہے کہ یہ کسی کنارہ کش کا اندازہ نہیں ہے یہ ایک 'ناقد بصیر' کا کردار ہے جو امام موسیٰ کاظمؑ نے انتہائی سختی کے دور میں بھی اختیار فرمایا اور اس سے پہلے امام محمد باقرؑ نے فرمایا تھا کہ جب بھی کوئی روز عید آتا ہے تو ہم آل محمدؐ کے حزن و غم میں اضافہ ہوجاتا ہے کہ ہم اپنے حق کو غیروں کے ہاتھوں میں دیکھتے ہیں اور منبر رسولؐ پر نا اہلوں کے خطبوں کا مشاہدہ کرتے ہیں۔

یہ ارشادات واقوال اس بات کی دلیل ہیں کہ امامت کے فرائض سیاست سے الگ نہیں ہیں اور ہر امام نے اپنے دور میں بقدر امکان سیاسی مسائل میں مداخلت کی ہے اور جہاں حالات سازگار نہیں رہے وہاں بھی تنقید سے کنارہ کشی نہیں فرمائی امامت کو سیاست سے الگ کردینے کی پالیسی استعمال کی ہے جو اہل دین و دیانت کو حکومت سے بے دخل کر کے اپنی من مانی کرنا چاہتے ہیں جو کام کل کے حکام بزور طاقت کر رہے تھے وہ آج کے استعماری ذہن بزور فلسفہ انجام دے رہے ہیں۔

حقیقت فقہ:

اس تمہید کے بعد فقہ سے متعلق گفتگو کا آغاز ہوتا ہے۔

فقہ کے معنی عربی زبان میں فہم اور سمجھ کے ہیں قرآن مجید میں یہ لفظ اسی معنی میں استعمال ہوا ہے "لکن لا تفقهون تسبيحهم" کائنات کی ہر شئے تسبیح پروردگار کر رہی ہے لیکن تمہیں ان کی تسبیح کا فقہ و فہم نہیں ہے۔

علماء کی اصطلاح میں فقہ دین کے مسائل کے تفصیلی اور استدلالی علم کا نام ہے اس کی دو قسمیں ہیں: فقہ اکبر جسے آج کی زبان میں علم کلام کہا جاتا ہے اور فقہ اصغر جسے علم فقہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے علم فقہ اسلام کے فروعی احکام کے تفصیلی دلائل کو جاننے کا نام ہے اور فقہ عرف عام میں انہیں احکام کے مجموعہ کو کہا جاتا ہے۔

فقہی مدارک

اسلام کے مکاتب فقہ میں دو بنیادیں مشترک طور پر پائی جاتی ہیں ایک کتاب خدا اور ایک سنت رسول کہ انہیں کسی نہ کسی شکل میں ہر مسلمان نے احکام کا مدرک تسلیم کیا ہے قران کی تفصیل و تاویل میں لاکھ اختلاف ہو سنت کی تعبیر و تشریح میں کسی قدر اختلاف کیوں نہ ہوں لیکن کتاب و سنت مدرک احکام ہیں اس کے بعد بنیادی مسئلہ یہ ہے کہ اگر کوئی مسئلہ کتاب و سنت میں نہ ہو تو کیا کرنا چاہیے۔

ایسے مسائل بے شمار ہو سکتے ہیں اس لیے کہ حضور سرور کائناتؐ کے دور میں زندگی محدود اور سادہ تھی، اس وقت اس قدر پیچیدہ مسائل پیدا نہیں ہوئے تھے آپ کے بعد فتوحات اور توسیع دائرہ حکومت کے زیر اثر اور دیگر اقوام سے اختلاط کے

نتیجے میں بے شمار مسائل پیدا ہو گئے اور زندگی کا انداز بالکل تبدیل ہو گیا۔ اب سوال یہ ہے کہ ان مسائل کا حل کیا ہوگا اور اس کے بارے میں کیا قانون بنایا جائے گا؟

اس سلسلے میں ایک مدرسہ فکر یہ ہے کہ سرور کائنات کو ان حالات کا علم تھا اور آپ جانتے تھے کہ امت میں ایسے مسائل پیدا ہوں گے اور امت کو ان مسائل کے حل کی ضرورت پڑے گی اس لیے آپ نے جاتے جاتے امت کو قرآن اور اہل بیت کے حوالے کر دیا تاکہ نئے مسائل قرآن مجید میں نہ مل سکیں تو ان کو حل کرنے کیلئے اہل بیتؑ موجود رہیں اور پروردگار نے اہل بیتؑ کے سلسلہ کو دائمی اور ابدی بنا دیا کہ کوئی دور ایسا نہ آئے جب مسائل پیدا ہوں اور حلال مسائل نہ ہوں، مشکلات ہوں اور کوئی مشکل کشا نہ ہو۔

لیکن دوسرے مکتب فکر نے اس راستہ کو اختیار نہیں کیا اور حضورؐ کے سامنے "حسبنا کتاب اللہ" کہہ کر اپنے کو اہل بیتؑ سے الگ کر لیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ حسبنا کام نہ آیا اور ایسے مسائل پیدا ہو گئے جن کا حل قرآن مجید بلکہ سنت پیغمبرؐ میں بھی نہیں مل سکا ایسے وقت میں تمام لوگ مجبور ہوئے کہ قیاس کا دامن پکڑا جائے اور اپنی عقل کے سہرے احکام سازی کا کام شروع کیا جائے۔

مولانا شبلی نے اس طرز عمل کو امت اسلامیہ پر حضرت عمر کا بہت بڑا احسان قرار دیا ہے کہ انہوں نے اس راستہ کی طرف راہنمائی کر دی ورنہ امت کے پاس مسائل کا کوئی حل نہ ہوا اور سچی بات یہ ہے کہ یہ کام انہیں کو کرنا بھی چاہیے تھا اس لیے کہ حسبنا کتاب اللہ کا نعرہ بھی انہوں نے دیا تھا اور اہل بیتؑ سے کنارہ کشی کی بنیاد بھی انہوں نے ڈالی تھی۔

فرق یہ ہے کہ مدینہ میں "مدرسہ قیاس" زیادہ کامیاب نہ ہو سکا کہ وہاں کی زندگی پھر بھی سادہ تھی اور مسائل زیادہ نہ تھے۔ وہاں کے لوگوں نے زیادہ کام احادیث سے چلایا اور وہاں کے مدرسہ کو اہل حدیث کا مدرسہ کہا گیا۔ اس کے برخلاف عراق کے مسائل عجم کی فتوحات کی بنا پر بے حد پیچیدہ ہو گئے تھے اور وہاں قیاس کی بے حد ضرورت تھی نتیجہ یہ ہوا کہ عراق کا مدرسہ فکر مدرسہ رائے و قیاس ہو گیا۔ ادھر حکومتوں کی کشمکش کا بھی آغاز ہو گیا بنی امیہ اور بنی عباس کی جنگ نے قومیت کا روپ دھار لیا۔

بنی امیہ کی پشت پر عرب رہے اور بنی عباس کی حمایت عجم نے کی اور اہل حدیث و اہل قیاس کا جھگڑا حجاز و عراق میں تبدیل ہو گیا۔ حجاز اہل حدیث کے ہاتھوں میں چلا گیا اور عراق اہل قیاس کے ہاتھوں میں آ گیا۔ امام مالک کو اہل حدیث کا امام کہا جانے لگا اور امام ابوحنیفہ کو اہل قیاس کا امام بنا دیا گیا۔ حالانکہ علماء کے اعداد و شمار کے مطابق امام مالک کے ہاں قیاس کی مقدار امام ابوحنیفہ سے بھی زیادہ ہے لیکن سیاسی تقسیم میں وہ حجاز کے حصہ میں آئے اور یہ عراق کے حصے میں آ گئے۔

ایک ایسے معرکہ آراء دور میں جب اہل حدیث اور اہل قیاس۔ بنی امیہ و بنی عباس اور حجاز و عراق کی جنگ چل رہی تھی امام جعفر صادقؑ نے ایک تیسری آواز بلند کی اور امت کو ایک نئے راستہ کی ہدایت کی، اس راستہ کو فقہ جعفری سے تعبیر کیا جاتا ہے امام علیہ السلام نے اس ہنگامی دور میں ضروری سمجھا کہ اپنی آواز کو حجاز و عراق دونوں جگہ عام کیا جائے اور یہی وجہ ہے

کہ آپ کا مدرسہ فقہ مدینہ میں بھی تھا اور کوفہ میں بھی۔ کوفہ میں تو آپ کا مدرسہ اتنا عظیم تھا کہ اس میں چار ہزار افراد زیر تعلیم تھے اور یہ معمولی صلاحیت کے لوگ نہیں تھے بلکہ بڑے بڑے جید علماء تھے جن میں سے بہت سے بعد میں مدعی امامت بھی ہوگئے۔ علی بن محمد وشاء کا بیان ہے کہ میں نے مسجد کوفہ میں ۹۰۰ حلقے دیکھے جن کے اساتذہ یہ کہہ رہے تھے کہ یہ علوم حضرت جعفرؑ بن محمدؑ کی دین ہیں اور ہم سے انہوں نے بیان کیے ہیں۔

ایسے حالات کو پیش نظر رکھنے کے بعد فقہ جعفری کی برتری کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ یہ فقہ اہل بیت کرامؑ کی فقہ ہے امام صادقؑ کی طرف انتساب تو صرف حالات کی بناء پر ہے کہ جس قدر احکام آپ نے بیان فرمائے ہیں اتنا موقع کسی دوسرے امام کو نہیں مل سکا۔ ورنہ اس فقہ میں تمام معصومین کے ارشادات شامل ہیں اور اہل بیت کرامؑ سے تمسک اپنی پسند کا معاملہ نہیں ہے بلکہ حکم خدا اور رسولؐ ہے جیسے ''کونوا مع الصادقین'' اور حدیث ثقلین میں بیان کیا گیا ہے، ہم نے نبی کو نبی اس لیے نہیں مانا کہ انہوں نے ان کو نبی کہا ورنہ ہر مدعی نبوت کو نبی تسلیم کر لیتے ہم نے نبی کو نبی اس لیے مانا ہے کہ جس خدائے وحدہ لاشریک کا کلمہ پڑھ کر مسلمان ہوئے تھے اس نے انہیں نبی بنایا تھا اور یہ فرمایا تھا کہ جو رسول تمہارے حوالے کر دے اسے لیلو اور جس چیز سے روک دے اس سے رک جاؤ۔ رسولؐ کے بعد اہل بیت اطہارؑ کو بھی ان کے دعویٰ کی بناء پر تسلیم نہیں کیا ہے بلکہ حدیث ثقلین کی بناء پر تسلیم کیا ہے اعلان غدیر کی بناء پر تسلیم کیا ہے۔ رسول اکرمؐ کے قول و عمل کے اشاروں کی بناء پر تسلیم کیا ہے تو اب فقہ اہل بیتؑ کا تسلسل یہ ہے کہ تقاضائے عقل و فطرت کی بناء پر خدا کو مانا اور حکم خدا کی بناء پر رسول کو مانا اور حکم رسول کی بناء پر اہل بیتؑ کو مانا تو جب سلسلہ اطاعت و مذہب اوپر سے چلا تو بھی اہل بیتؑ پر آکر رکا۔ ان کے علاوہ مرسل اعظمؐ نے کسی فقیہ یا امام مذہب کو واجب الاطاعت نہیں قرار دیا اور نہ اس کے قول و فعل کی ضمانت لی ہے اور یہی سلسلہ جب نیچے سے امت کی طرف سے چلا تو ساری امت میں چار فقیہ برتر قرار دیئے گئے کہ ان کا علم ان کی فقاہت اور دینی بصیرت کا جواب نہیں ملا ہے اور جب ان چاروں کا جائزہ کیا گیا تو امام احمد بن حنبل امام شافعی کے تابع نظر آئے۔ امام شافعی، اام مالک کا اتباع کرتے ہوئے دکھائی دیے اور امام مالک و امام ابوحنیفہ جو اہل حدیث اور اہل قیاس کی جماعت کے سربراہ اور حجاز و عراق کے مرجع مسلمین تھے دونوں امام جعفر صادقؑ کے شاگرد نظر آئے تو ہم نے فیصلہ کرلیا کہ استاد کی فقہ کے ہوتے ہوئے شاگرد کی فقہ پر اعتماد کرنا تقاضائے دانشمندی نہیں ہے۔

امام جعفر صادقؑ امام مالک اور ابوحنیفہ کے ایسے استاد تھے کہ امام مالک کی نظر میں ان سے بڑا کوئی فقیہ نہیں تھا اور امام ابو حنیفہ فرمایا کرتے تھے کہ:

''اگر دو سال امام جعفر صادقؑ کی شاگردی نہ کی ہوتی اور ان سے استفادہ علمیہ نہ کیا ہوتا تو نعمان ہلاک ہو جاتا۔''

ہلاکت سے بچانے والے جعفر بن محمدؑ ہی ہیں اور علوم سے مستفیض کرنے والے اہل بیت اطہارؑ ہی ہیں ایسے حالات میں ایسے قابل استاد کو چھوڑ کر شاگرد کی فقہ پر اعتماد کرنا کہاں کی

دانشمندی ہے؟

بعض متعصب اہل نظر نے اس قول کی صداقت میں شبہ کیا اور یہ کہا ہے کہ امام ابوحنیفہ امام جعفر صادقؑ سے تین برس بڑے تھے اور ان کے باقاعدہ ہم عصر تھے لہٰذا ان کی شاگردی کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ہے۔

ان بے چاروں نے یہ سوچنے کی بھی زحمت نہیں کی کہ استادی سن و سال سے نہیں طے ہوتی ہے، علم اور قابلیت سے طے ہوتی ہے۔ جناب آدمؑ نے ملائکہ کو وہ سب کچھ بتا دیا جو انہیں نہیں معلوم تھا حالانکہ ملائکہ جناب آدمؑ سے عمر میں بہت بڑے تھے۔

امیر المؤمنین نے خلفائے وقت کو اتنا بتایا اور سکھایا کہ خود حضرت عمر نے فرمایا کہ ''اگر علی نہ ہوتے تو میں ہلاک ہو جاتا'' حالانکہ وہ عمر میں جناب امیرؑ سے بڑے تھے۔ استفادہ علمیہ کیلئے سن و سال کا حساب نہیں کیا جاتا۔ صلاحیت اور قابلیت دیکھی جاتی ہے۔

اس کے علاوہ علامہ شبلی نے اس مقام پر نہایت حسین بات فرمائی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ایسے شبہات صرف تعصب کی پیداوار ہیں اور دیانت و انصاف کے خلاف ہیں۔ امام اعظم ابو حنیفہ نہایت درجہ لائق و قابل و دانشمند تھے لیکن وہ جعفر بن محمد جیسے نہیں ہو سکتے۔ امام ابوحنیفہ باہر کے آدمی ہیں اور امام جعفر صادقؑ اہل بیتؑ میں سے ہے اور اہل بیتؑ گھر کے حالات سے زیادہ واقف ہوتے ہیں۔

اس مقام پر یہ بات قابل توجہ ہے کہ علامہ شبلی نے سیرۃ النعمان میں جو کچھ امام جعفر صاعق اور ابوحنیفہ کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے اسی نکتہ کی روشنی میں صدر اسلام کا فیصلہ کیوں نہیں کی اور مذکورہ معاملہ میں اس نکتہ کو کس طرح فراموش کر گئے کہ حضرت ابوبکر باہر کے آدمی ہیں اور جناب فاطمہؑ دختر پیغمبرؐ ہیں۔ پیغمبر کی حدیث کو جس طرح وہ جان سکتی ہیں دوسرا کوئی نہیں جان سکتا ہے۔

بہر حال امام جعفر صادقؑ سے ارتباط اور فقہ جعفریہ سے تمسک دونوں قسم کی 'سیر علمی' کا نتیجہ ہے۔ تلاش علم میں اوپر سے چلیں تو امام جعفر صادقؑ اہل بیت کے فرد کی حیثیت سے نبی اکرمؐ کے مقرر کردہ مرجع مسلمین قرار پاتے ہیں اور تلاش ہدایت میں ادھر سے چلیں تو امام جعفرؑ باقی آئمہ مذاہب کے استاد نظر آتے ہیں اور استاد کے ہوتے ہوئے شاگرد پر اعتماد کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔

یہ امت اسلامیہ کی بدقسمتی ہے کہ ارباب حدیث نے ان خصوصیات کو دیکھتے ہوئے بھی امام جعفر صادقؑ سے انحراف کیا اور امام بخاری نے عرمان بن حطان خارجی کی روایت کو درج کرنے کے باوجود امام جعفرؑ کی روایت کو بخاری میں جگہ دے کے قابل نہیں سمجھا۔ کیا یہ صریحی ظلم اور علمی خیانت نہیں ہے اور جب خواص ایسی خیانت کر سکتے ہیں تو عوام سے کیا توقع کی جاسکتی ہے۔ وہ تو اتنی بڑی کتاب حدیث میں امامؑ کا نام بھی نہیں دیکھتے۔ انہیں کیا معلوم کہ امامؑ کی شخصیت اور ان کے علمی جلالت کیا ہے۔

آپ کی امامت کا دورانیہ ۳۴ سال پر محیط ہے یعنی ۱۱۴ھ

سے لے کر ۱۴۸ھ تک۔ آئمہ اہل بیت علیہم السلام میں سے فقط صادق آل محمدؑ ہیں کہ جن کی امامت کے دورانیہ میں قدرے ماحول سازگار تھا کیونکہ اس وقت بنوامیہ اور بنوعباس کی آپس میں ٹھن چکی تھی، او وہ آپس میں لڑ جھگڑ رہے تھے۔ امامؑ نے فرصت کے ان لمحات سے خوب فائدہ اٹھایا۔ آپ نے تبلیغ اسلام کے ساتھ ساتھ ترویج مکتب آل اطہار کی طرف بھی بھرپور توجہ مبذول کی۔ آپ نے مدراس کی جال بچھا دیئے یہی وجہ ہے کہ آپ کے تقریباً چار ہزار شاگرد پیدا ہوئے۔ آپ نے ان کی خوب تربیت کی اور اسلام حقیقی کا پرچار کیا۔ نیز ظالم بادشاہوں کی کارستانیوں سے اپنے شاگردان رشیدان کو مطلع کیا۔

عباسی خاندان کا دوسرا ظالم و جابر حکمران منصور دوانقی ۱۳۶ھ میں ۱۲ ذی الحجہ کو خلافت کے عہدہ پر غاصبانہ متمکن ہوا اور ۶ ذی الحجہ، ۱۵۸ھ میں اس دنیا سے اپنے انجام وک پہنچا۔ اس ترتیت سے اس نے ۲۲ سال حکومت کی۔ امام جعفر صادق علیہ السلام کی امامت کے آخری ۱۲ سال منصور دوانقی کی خلافت کے زمانہ میں گزرے۔ منصور کے حکم سے امام کو زہر دیا گیا، جس سے آپ کی شہادت واقع ہوئی۔ منصور بہت خون خوار تھا۔ اس میں درندگی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ اس نے اپنی حکومت کو مستحکم کرنے کے لیے محبان آل محمدؐ اور سادات عظام پر انواع و اقسام کے مظالم ڈھائے۔ اور آل نبیؐ اور اولادی علیؑ پر ہر ممکن ظلم کرتا رہا اور اس کا ہاتھ اسلام کے پیروکاروں کے خون میں کہنی تک ڈوبا رہا۔

منصور نے کئی دفعہ دشمنی اہل بیتؑ کا ثبوت فراہم کرتے ہوئے امام پاک کو قتل کرنے کا ارادہ کیا۔ لیکن اس ہر دفعہ کامرانی نصیب نہ ہوئی۔ آخر کار اس نے فرزند رسول کو زہر دلا دیا۔ اس مطلب کی وضاحت کے لیے درج ذیل واقعات ملاحظہ ہو۔

ایک روز منصور نے اپنے درباری وزیر ربیع سے کہا کہ میرے سامنے امام صادقؑ کو فوراً حاضر کرو۔ ربیع نے حکم کی اطاعت کرتے ہوئے امامؑ کو حاضر کیا منصور غصہ کے ساتھ امام کی طرف متوجہ ہوا۔ اس نے چیخ کر کہا: اگر میں آپ کو قتل نہ کروں تو خدا مجھے قتل کرے۔ تم میری حکومت کو ہدف تنقید بناتے ہو۔ اور میرے اقتدار کو کمزور کرنا چاہتے ہو۔

امام نے فوراً کہا: جس کسی نے بھی ایسی خبر تمہیں دی ہے، اس نے جھوٹ بکا ہے۔ ربیع کا بیان ہے: میں نے دیکھا کہ جب امامؑ داخل مجلس ہوئے تو آپ کے لب حرکت کر رہے تھے جس وقت آپؑ منصور کے پاس بیٹھے تھے اس وقت بھی آپ کے لب مسلسل حرکت کر رہے تھے۔ لیکن میں جائزہ لے رہا تھا کہ منصور کا غیظ و غضب لحظہ بہ لحظہ کم ہو رہا تھا۔ جب امام جعفر صادق علیہ السلام منصور کے پاس سے اٹھ کر چل دیئے تو میں امام کے پیچھے گیا۔ اور عرض کیا کہ جب آپ دربار میں داخل ہوئے اس وقت منصور غصہ سے آگ بگولہ ہوا بیٹھا تھا لیکن جب آپ اس کے نزدیک ہوئے اور آپ کے لب ہائے مبارک مسلسل حرکت کرتے جا رہے تھے جس سے اسکا غصہ کم ہوتا گیا۔ براہ مہربانی فرمایئے کہ آپ اس وقت کیا پڑھ رہے تھے۔

امام نے ارشاد فرمایا: اس وقت میرے لب میرے جد نامدار امام حسینؑ کی اس دعا کے ساتھ حرکت کر رہے تھے۔

''اے دشواریوں کے وقت مجھے طاقت دینے والے! اے غمگینی میں مجھے پناہ دینے والی ذات! میری اس چشم بینا کے ساتھ حفاظت فرما جو کبھی نہیں سوتی مجھے اس رکن کے سایہ میں استوار رکھ جو خلل ناپذیر ہے''

۲۔ خانہ امامؑ کو آگ لگانا:

مفضل بن عمر کہتا ہے کہ منصور دوانیقی نے مکہ و مدینہ کے حاکم کو پیغام بھیجا کہ امام جعفر صادق علیہ السلام کے گھر کو جلا ڈالا جائے۔ اس نے منصور کے حکم کی تعمیل کی اور امام کے گھر کو آگ لگا دی۔ آگ کے شعلے پورے گھر میں پھیل گئے۔ یہاں تک کہ گزرگاہ تک بھی آگ کی آغوش میں تھی۔ صادق آل محمدؐ گھر سے باہر نکلے اور آگ کے شعلوں میں چلتے رہے آپ فرما رہے تھے۔

''میں فرزند اسماعیل ہوں کہ جس کی اولاد رگ و ریشہ کی مانند زمین پر پھیل گئی ہے۔ میں ابراہیم خلیل اللہ کا فرزند ہوں کہ جس پر آتش نمرود سرد ہوگئی''

امام صادقؑ سے منصور کا سختی سے پیش آنا:

ایک رات منصور کے حکم پر امام صادق کو آدھی رات کے وقت سر برہنہ منصور کے پاس گرفتار کر کے لایا گیا۔ منصور نے بڑی حقارت اور سختی کے ساتھ امام سے کہا: اے جعفر! اس سن و سال میں آپ کو شرم نہیں آتی کہ آپ حکومت کے طلب گار ہیں اور آپ چاہتے ہیں کہ مسلمانوں کے درمیان فتنہ و فساد اور لڑائی جھگڑا ہو جائے؟ پھر اس نے اپنی تلوار کو غلاف سے نکالا کہ امام پر ضرب لگائے اچانک اس نے دیکھا کہ رسول اکرمؐ اس کے سامنے کھڑے ہوئے ہیں۔ اس نے اٹھی ہوئی تلوار کو غلاف میں ڈال دیا۔ دشمنی اہل بیت نے پھر جوش مارا تو اس نے دوبارہ قتل امامؑ کے لیے تلوار نکالی؟ پھر سید الانبیاء کو دیکھا تو تلوار کو روک لیا کچھ دیر کے بعد پھر درندگی لوٹ آئی اور اس نے پورے غیظ غضب سے تلوار نکالی لیکن صورت احمد مرسل دیکھ کر اس فعل مذموم سے رک گیا اور قتل امامؑ سے باز آ گیا۔

امامؑ بستر شہادت پر:

آخر کار منصور اپنے منصوبہ میں کامیاب ہوگیا۔ اس نے صادق آل محمد کو انگور میں زہر ملا کر کھلا دیا۔ امام نے جوں ہی انگوروں کو کھایا، آپ پر زہر کا اثر ہوگیا اور آپ مسموم ہوگئے۔

زہر اس قدر سخت تھا کہ امام کی حالت روز بروز خراب ہونے لگی اور صحت بگڑنے لگی۔ آپ کے ایک صحابی نے آپ سے پوچھا: مولا آپ اس قدر کمزور کیوں ہوئے جا رہے ہیں، کہ آپ کے بدن اطہر میں اب کوئی چیز باقی نہیں رہ گئی۔

پھر اس کا دل بھر آیا اور وہ گریہ کرنے لگا۔

امامؑ نے اپنے اس صحابی سے فرمایا آپ کیوں رو رہے ہیں؟ صحابی امام نے کہا: گریہ کس طرح نہ کروں کہ آپ کی حالت اس قدر بگڑ چکی ہے اور صحت خرب ہو چکی ہے امام نے فرمایا: مت گریہ کی کیونکہ مومن کے سامنے تمام نیکیاں پیش کی جائیں گئیں اگر اس کے بدن کے ایک ایک حصے کو جدا کریں تو یہ بھی اس ے لیے بہر ہے۔ اگر دنیا میں مشرق مغرب کا مالک بن جائے تب بھی اس کیلے بہتر ہے۔ یعنی ایک مومن اللہ کی خوشنودی اور رضا کے حصول کے لیے جو مصیبت بھی اس پر نازل

ہو، خندہ پیشانی سے قبول کرتا ہے۔

امام علیہ السلام کئی دفعہ بے ہوش ہوئے۔ وقفہ وقفہ کے بعد آپ کو ہوش آجاتا جب آپ کو ہوش آتا تو آپ کلام کرتے اور پھر بے ہوش ہو جاتے۔

صلہ رحمی اور نماز کی وصیت:

یہ عنوان بہت اہمیت کا حامل ہے کہ امام علیہ السلام نے شہادت کے وقت نماز اور صلہ رحمی کی سفارش کی۔ اور آپ نے اپنے لواحقین، متعلقین اور پیروکاروں کو ادائیگی نماز اور صلہ رحمی کی بار بار تاکید کے ساتھ وصیت فرمائی۔ یہاں تک کہ جب آپ کو بے ہوشی سے افاقہ ہوتا آپ اپنے اطراف میں بیٹھے ہوئے عزیز و اقارب میں سے ایک ایک کا نام لیتے اور فرماتے کہ فلاں کو اتنی رقم دے دو، فلاں کو اتنی رقم دے دو۔ یہاں تک کہ آپ کے رشتہ داروں میں سے ایک نے آپ پر تلوار نکال رکھی تھی۔ آپ نے اس کا نام لے کر فرمایا: اسے اتنی رقم دے دو۔

آپ کی کنیزوں میں سے "سالمہ" نامی ایک کنیز نے کہا کہ مولا آپکی نوازشیں اس حد تک پہنچ گئیں۔ اسے بھی رقم عنایت فرما رہے ہیں جو آپ کا کھلم کھلا دشمن ہے۔

آپ نے فرمایا: میں اس آیہ مجیدہ کا مشمول ہونا چاہتا ہوں۔

"اور جو لوگ صلہ رحمی کرتے ہیں، جس کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔ اور اپنے پروردگار سے ڈرتے اور اس کے حساب کی سختی سے بھی خوف کھاتے ہیں۔ انہیں کے لیے عافیت کا گھر ہے۔"

(سورہ رعد آیت ۲۱۔۲۲)

ابو بصیر روایت کرتا کہ امام جعفر صادق علیہ السلام کی شہادت کے بعد میں تسلیت کرنے کے لیے آپ کی زوجہ و کنیز ام حبیب کے گھر گیا۔ انہوں نے امام کے فراق میں سخت گریہ کیا۔ میری بھی آنکھیں ہجر امام میں برسنے لگیں۔ پھر انہوں مجھے کہا: اے ابو بصیر! اگر آپ امامؑ کو شہادت کے وقت دیکھتے تو عجیب چیز ملاحظہ کرتے۔ اس وقت امام نے آنکھیں کھولیں اور ارشاد فرمایا:

ان شفاعتنا لا تنال مستخفاً بالصلوٰۃ

"ہماری شفاعت و سفارش اس شخص کے لیے نہ ہوگی جو نماز کو حقیر سمجھے گا"

اس طرح صادق آل محمدؐ نے اس دنیائے فانی سے بنو عباس کے مظالم سہہ سہہ کر کنارا کیا۔ اور آپ نے اپنے پیغام میں اپنے محبوں، موالیوں اور پیروؤں کاروں کو نماز کی ترغیب دی۔ آخر میں آپ نے وارث امامت، ساتویں لال ولایت حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کو وصیتیں کیں اور اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔

امام کی شہادت پر منصور کا رد عمل:

ابو ایوب نجومی کہتا ہے: آدھی رات کے وقت منصور نے مجھے طلب کیا۔ جب میں اس کے پاس پہنچا تو میں نے دیکھا کہ وہ کرسی پر بیٹھا ہوا ہے، اس کے پاس ایک شمع روشن ہے اور اس کے ہاتھ میں ایک نامہ ہے۔ جب میں نے اسے سلام کیا تو اس نے وہ نامہ میری طرف پھینکا اور ساتھ ہی اس کی آنکھیں بھیگ گئیں وہ کہنے لگا مدینہ کے حاکم محمد بن سلیمان نے خط بھیجا ہے

کہ امام جعفر صادق علیہ السلام وفات پاگئے ہیں، پھر اس نے تین دفعہ انا للہ و انا الیہ راجعون پڑھا اور کہا: امام جعفر صادق علیہ السلام جیسا عظیم انسان کہاں پیدا ہو سکتا ہے؟ اور پھر اس نے مجھے حکم دیا۔ محمد بن سلیمان کو لکھو کہ اگر امام جعفر صادقؑ نے کسی کو اپنا وصی بنایا ہے تو اس کو بلا کر اس کی گردن اڑا دے۔

جواب موصول ہوا کہ آپ نے پانچ افراد کی وصیت کی ہے اور وہ یہ ہیں: ابو جعفر منصور، محمد بن سلیمان، عبداللہ و موسیٰ (دو بیٹے) اور حمیدہ خاتون، جو حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی والدہ ماجدہ ہیں۔

ایک دوسری روایت میں منقول ہے کہ اس خط کا جواب آیا کہ جن پانچ افراد کے بارے میں وصیت کی ہے وہ یہ ہیں۔ (۱) ابو جعفر منصور (۲) عبداللہ (۳) موسیٰ (۴) محمد بن جعفر اور ایک عالم

منصور دوانیقی نے کہا

''لیس الی قتل ھولاء سبیل''

''ان کو قتل کرنے کا کوئی راستہ نہیں ہے''

آیت اللہ اصفہانی نے بارگاہ امامت میں اس طرح تسلیت پیش کی ہے:

امام الھدی صالح بعد صالح
دلیل الوری صادق بعد صادق

ز منصور مخذول چندان بلا دید
لقد کاد تنھد منه الشواھق

سر اھل ایمان سر و پای عریان
بسی رفت در محفل آن منافق

چنان تلخ شد کاہش از جور اعداء
کہ شد سم قاتل بر او شہد فائق

ترجمہ:

اے امام الہدیٰ صالح کے بعد آنے والے صالح! اور جو خدا کی دلیل اور صادق کے بعد ہونے والے امام صادقؑ! ذلیل منصور کے ہاتھوں آپ نے وہ تکلیف اٹھائی کہ لاتعداد اہل ایمان سر برہنہ حالت میں اس منافق کی محفل میں گئے۔ اعدا کے ظلم و جور سے اس کا ذہن اتنا تلخ ہو گیا کہ اس کے لیے عمدہ شہد بھی سم قاتل بن گیا۔

باب المتفرقات

ہمسایہ کے حقوق

از کتاب موضوعی دستانیں

جدائی کے اسباب:

حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے جب انہیں حضرت یعقوب علیہ السلام سے جدا کیا پھر وہی بھائی حضرت یعقوب علیہ السلام کی منت سماجت کر کے ان کے حقیقی بھائی حضرت بنیامین کو بھی لے گئے اور مصر چھوڑ آئے تو حضرت یعقوب علیہ السلام کا دل بہت زیادہ آزردہ ہوا۔ وہ شکستہ دل سے محو مناجات ربانی ہوئے۔ عرض کیا خدایا کیا میرے اوپر آپ کا رحم نہیں ہوسکتا۔ میری آنکھیں بینائی چھوڑ گئیں۔ میرے فرزند مجھ سے جدا ہو گئے۔ خداوند متعال نے حضرت یعقوب سے بذریعہ وحی خطاب فرمایا۔ یعقوب یقین کرلو۔ اگر تیرا یوسف اور بنیامین مر چکے ہوں تو بھی میں انہیں تیرے لیے زندہ کردوں گا۔ لیکن

ذرا اس بکری کا قصہ یاد کرو جو آپ نے ذبح کر کے بھون کر تناول کی اور آپ کے اردگرد کے ہمسایہ فلاں فلاں شخص روزہ دار تھے۔ آپ کی طرف سے ذرا بھر بھی ان کے لیے نہ بھجوایا گیا۔

اس وحی کے بعد روزانہ چاشت کے وقت سے ایک فرسخ تک حضرت یعقوب کی طرف سے باقاعدہ منادی کرائی جاتی تھی جس کسی کو کھانا چاہیے وہ شام کو حضرت یعقوب کے دستر خوان پر مہمان ہو۔

رسول اکرمؐ نے فرمایا: اگر کوئی شخص اپنے ہمسایہ کے گھر میں جھانکے اور کسی عورت کو دیکھے اس کے محاسن یا بالوں پر نظر ڈالے تو خداوند متعال کا حتمی فیصلہ ہے کہ اسے ایسے منافقین کے ساتھ کہ جو دنیا میں لوگوں کی ناموس کے درپے ہوتے ہیں، جہنم میں داخل کرے گا۔ دنیا سے اس وقت تک نہیں جائے گا جب تک خداوند متعال اسے رسوا نہیں کرے گا۔ آخرت میں وہ بغیر لباس کے ننگا محشور ہوگا۔ جو شخص کسی نامحرم عورت کو اپنی دونوں آنکھوں سے نگاہ کرے گا خداوند متعال بروز قیامت اس کی آنکھوں میں جہنم کی میخیں داخل کرے گا۔ اسے داخل آتش جہنم فرمائے گا۔ وہی محشر کی عدالت کے برخاست ہونے اور لوگوں کے فیصلہ ہونے تک جہنم میں رہے گا۔ اور پھر آخر میں آخری فیصلہ بھی یہی ہوگا کہ اسے آتش جہنم ہی میں رہنے دیا جائے۔

دعاء فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا:

ایک شب جمعہ حضرت امام حسن علیہ السلام اپنی والدہ گرامی کی عبادت کو غور سے دیکھ رہے تھے۔ آپ اپنی والدہ گرامی کی دعائیں بھی سن رہے تھے، وہ اہل ایمان ہمسایوں کے لیے

دعائیں فرما رہی تھیں۔ اور آپ یہ سننے کو بے تاب تھے کہ میری پیاری اماں اپنے رب سے اپنے لیے کیا مانگتی ہیں۔ آپ اسی ساری شب اسی انتظار میں بیدار رہے۔ اور بی بی سلام اللہ علیہا السلام بھی ساری رات عبادت و دعا میں ہی مشغول رہیں۔ رات کا دورانیہ ختم ہوا، لیکن ساری رات دعاؤں میں امام حسن علیہ السلام نے کوئی ایک دعا بھی ایسی نہ سنی جو والدہ گرامی نے اپنے بارے کی ہو۔ بالآخر صبح آپ نے ان کی خدمت میں عرض کیا:

امی جان! ایسا کیونکر ہے میں نے ساری رات آپ کی دعائیں سنی ہیں۔ آپ نے ساری دعائیں ہمسایہ کے حق میں فرمائی ہیں اور کوئی ایک دعا بھی اپنے بارے نہیں کی۔

آپ نے جواب دیا: فرزند عزیز م اول ہمسایہ، اور پھر اپنا گھر اور اپنے لیے

نااہل ہمسایہ:

ایک شخص نے حضرت رسول اکرمؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنے ہمسایہ کے ناروا سلوک کی حکایت کی۔ کہنے لگا اس نے میری آسائش خراب کر دی ہے۔ میں اذیت کے لمحات بسر کرتا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا: تحمل و برداشت سے کام لو۔ ہمسایہ کے بارے کچھ وقت کے لیے چپ ہو جاؤ۔ شور نہ مچاؤ۔ لوگوں سے اس کی شکایت نہ کرو۔ ممکن ہے آپ کے اس رویہ سے اس کے رویہ میں تبدیلی واقع ہو۔ وہ اپنی روش تبدیل کر لے۔ وہ شخص آپ کی یہ بات مان کر چلا گیا۔

کچھ عرصہ بعد وہ دوبارہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ پھر سے مثل سابق صورت حال کی شکایت کی۔ آپؐ نے پھر سے پہلے کی طرح نصیحت فرمائی۔ تحمل کرو برداشت کرو۔ وہ شخص آپ کا حکم مان کر چلا گیا۔ کچھ عرصہ بعد پھر سے تیسری مرتبہ حاضر ہوا۔ اور عرض کیا: رسول خدا میرا ہمسایہ مجھے مثل سابق اذیت دیتا ہے۔ اور میرے اور میرے خاندان کو اذیت دینے کے درپے رہتا ہے۔ اس میں میرے تحمل کے باوجود کسی قسم کی کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوئی۔ اب کے بار حضرت رسول اکرمؐ نے فرمایا: جاؤ اور جب جمعہ کا دن ہو اپنے گھر کا سارا سامان باہر نکال کر عمومی راستہ میں ایسی جگہ رکھ دو جہاں سے لوگوں کا گزر ہو۔ اور جب لوگ آپ سے پوچھیں کہ یہ سارا سامان اس طرح کیونکر نکال کر بکھیرا ہے تو اس ہمسایہ کی شکایت کرو اور لوگوں سے کہو اس ہمسایہ کی اذیت اور پریشان کرنے سے میں جا رہا ہوں۔

اس شخص نے اسی طرح کیا اور موذی ہمسایہ کا جو خیال تھا کہ اس دفعہ بھی رسول اکرمؐ اسے پھر سے تحمل کرنے کا حکم دیں گے جب اسے اس بات کا علم ہوا منت سماجت کرنے پر آمادہ ہو گیا اور درخواست کی کہ اپنا سامان واپس لے جاؤ۔ میں وعدہ کرتا ہوں اس کے بعد تجھے کوئی تکلیف نہ پہنچاؤں گا اور آپ کا خیال رکھوں گا۔

ہمسایہ جدید:

رسول اکرمؐ کے صحابہ میں سے ایک انصاری نے مدینہ منورہ کے ایک محلہ میں نیا مکان خریدا اور اس میں سکونت اختیار کی۔ اسے معلوم ہوا کہ اس کا ادھر کا ہمسایہ کوئی مناسب آدمی نہیں ہے۔ وہ حضرت رسول اکرمؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ عرض

کیا: یارسول اللہ! میرا نزدیکی ہمسایہ ایک ایسا شخص ہے جس کا صرف وجود ہی میرے لیے نامناسب نہیں بلکہ میں اس کے شر سے بھی محفوظ نہیں ہوں۔ مجھے اطمینان نہیں ہے اور میں نہیں خیال کرتا کہ وہ میری دل آزاری اور مجھے نقصان پہنچانے سے باز رہے گا۔

حضرت رسول اکرمؐ نے حضرت علی علیہ السلام جناب ابوذرؓ اور جناب سلمانؓ کے ساتھ ایک چوتھے صحابی کو شامل فرما کر حکم دیا کہ مسجد میں بلند آواز کے ساتھ سب لوگوں کو سنا کر اعلان کردو اس طرح کہ سب مسلمان مرد عورتیں یہ اعلان سن لیں کہ جس شخص کے ہمسایہ اس کی اذیت اور دل آزاری سے محفوظ نہ ہوں وہ ایماندار نہیں ہے۔ یہ اعلان تین بار دہرایا گیا۔ پھر رسول اکرمؐ نے اپنے دست مبارک سے چاروں طرف اشارہ فرمایا اور بتایا کہ چاروں طرف چالیس گھروں تک ہمسائے شمار ہوتے ہیں۔

ہمسایہ سے بے خبری:

مذہب اہل بیت کے معروف فقیہ کتاب مفتاح الکرامۃ کے مؤلف جناب آقائے جواد عاملی رحمۃ اللہ تعالیٰ ایک شب شام کے کھانے پر مصروف غذا تھے کہ آپ کے کانوں میں دروازہ بجانے کی آواز آئی جونہی انہیں معلوم ہوا کہ دروازے پر ان کے استاد معظم آقائے سید مہدی بحر العلومؒ کی طرف سے ان کا فرستادہ آدمی آیا ہے تو وہ جلدی سے دروازے کی طرف آئے۔ دروازے پر پیغام موصول ہوا کہ انہیں استاد معظم نے طلب فرمایا ہے۔

جب انہوں نے مجھے آپ کی طرف روانہ فرمایا تھا، اس وقت ان کے سامنے کھانے کے لیے دستر خوان بچھا دیا گیا تھا، کھانا دستر خوان پر حاضر تھا۔ لیکن وہ اس وقت تک کھانا شروع نہیں فرمائیں گے جب تک آپ نہ آ جائیں۔

جناب سید جواد اپنا کھانا چھوڑ کر جلدی سے سید بحر العلوم کی منزل کی طرف روانہ ہوئے۔ وہ جونہی ادھر پہنچے تو استاد معظم انہیں دیکھتے ہی ان پر برس پڑے۔ فرمایا سید جواد خدا سے خوف نہیں کھاتے ہو۔ اور غصہ بھرے لہجے میں فرمایا: تمہیں اپنے خدا سے شرم نہیں آتی؟

سید جواد حیرت کے دریا میں ڈوب گئے اور پھر پوچھا: اگر ممکن ہو تو بتادیں کہ ناچیز سے کیا غلطی ہوئی ہے۔ استاد صاحب نے فرمایا: سات دن راتوں کا وقت گزر گیا ہے تیرا ہمسایہ فلاں شخص اہل و عیال سمیت بھوکا ہے۔ نہ گندم نہ چاول، ان کے گھر میں کچھ بھی نہیں ہے۔ وہ سات یوم سے اپنی گلی کے سبزی فروش سے زاہدی کھجوریں (انتہائی سستی کھجور کی قسم) قرضہ پر لے کر گزارا کر رہے ہیں۔ آج جب وہ پھر سے ادھاری کھجوریں لینے گیا تو دکاندار نے انہیں دیکھتے ہی کہا: آپ کے قرضہ کی رقم زیادہ ہوگئی ہے۔ ہم آپ کو قرضہ نہیں دے سکتے۔ وہ یہ سنتے ہی شرم سے واپس آ گیا ہے۔ آج شام اسے کے لیے اور اس کے اہل و عیال کے لیے کھانے کو کچھ بھی نہیں ہے۔

سید جواد نے عرض کیا: استاد معظم بخدا قسم مجھے اس بارے میں کچھ خبر نہیں ہے۔ اگر مجھے معلوم ہوتا تو میں ان کی ضرور خبر

گیری کرتا۔

استاد صاحب نے فرمایا: میرے شور کرنے کا مقصد صرف اور صرف یہ ہے کہ آپ اپنے ہمسایوں کے احوال سے کیونکر بے خبر رہتے ہیں۔ سات دن گزر جائیں اور ان کا یہ حال ہو۔ تجھے معلوم بھی نہ ہو۔ آخر کیوں؟ اور ہاں اگر تو باخبر ہوتے ہوئے بھی ان کے لیے کچھ نہ کرتا تو پھر تو مسلمان بھی نہ رہتا۔

سید جواد نے عرض کیا: حکم فرمایئے۔ اب کیا کروں؟

سید بحر العلوم نے فرمایا: میرا خادم کھانے کا یہ طشت اٹھا کر آپ کے ساتھ اس کے دروازے تک جائے گا۔ اور آپ کو پہنچا کر واپس آ جائے گا۔ آپ خود دروازہ بجائیں گے، اور یہ لو یہ رقم ہے ساتھ لے جاؤ۔ یہ آہستہ سے ان کے کسی تکیہ کے نیچے رکھ دینا۔ ان کے ساتھ مل کر کھانا کھانا۔ کھانے کے بعد ان سے معذرت خواہی کرنا۔ یہ طشت ادھر ہی رہنے دینا۔ اور جب تک یہ کام سرانجام دے کر واپس میرے پاس نہیں آ ؤ گے میں آپ کے آنے تک کھانا نہیں کھاؤں گا۔ مجھے واپسی پر احوال سے مطلع کرو کہ اس مرد مؤمن کا کیا ہوا؟

سید جواد استاد کے احکام کے مطابق خادم کے ہمراہ ادھر گئے۔ دروازہ پر اجازت طلب کی۔ اندر داخل ہوئے۔ دستر خوان بچھایا گیا۔ سید جواد کی معذرت طلبی پر صاحب خانہ نے کھانا کھانا شروع کیا۔ پہلے لقمے پر کھانے کے ذائقے سے اسے محسوس ہوا کہ یہ کھانا سید جواد کے گھر کا نہیں ہے۔ کیونکہ سید جواد تو عرب ہیں۔ اور یہ کھانا عرب گھرانے کا نہیں۔ فوراً کھانا کھانے سے ہاتھ روک لیا۔ اور پوچھا یہ کھانا کہاں سے آیا ہے؟ آپ جب تک نہیں بتائیں گے میں کھانا نہیں کھاؤں گا۔

سید جواد نے جتنا اصرار کیا وہ شخص نہ مانا۔ بالآخر ناچار اس نے سارا ماجرا کہہ سنایا۔

اس شخص نے کھانا شروع کیا۔ اور تعجب کے ساتھ پوچھا: میں نے اپنا راز کسی کو نہیں بتایا۔ کیا معلوم سید بحر العلوم کو کیسے معلوم ہو گیا۔

باب المتفرقات

تقویٰ تزکیہ نفس کا اہم عامل ھے

از کتاب خود سازی مترجم علامہ اختر عباس نجفی

تقویٰ تزکیہ نفس کا اہم عامل ہے

اسلام میں تقویٰ کو ایک بہت اہم مقام حاصل ہے ۔مومنین میں سے متقیوں کو ممتاز شمار کیا جاتا ہے۔ تقویٰ کی لفظ قرآن مجید نہج البلاغہ اور احادیث کی کتابوں خاص طور پر نہج البلاغہ میں بہت زیادہ استعمال ہوئی ہے ۔قرآن انسان کی شرافت اور قیمت معیار تقویٰ کو قرار دیتا ہے اور فرماتا ہے کہ خدا کے نزدیک تم میں سے زیادہ محترم اور معزز وہ ہے جو زیادہ پرہیز گار اور متقی ہو۔

تقویٰ کو آخرت کے لئے بہترین زادہ راہ اور سعادت کا بہت بڑا وسیلہ بتلایا گیا ہے قرآن مجید میں آیا ہے کہ تم اپنی آخرت کے لئے زادہ راہ حاصل کرو اور بہترین زادہ راہ تقویٰ ہے۔

نیز فرماتا ہے جو لوگ نیک اور تقویٰ رکھتے ہیں ان کے لئے بہت بڑی جزاء ہوگی۔

اور پھر فرمایا ہے ۔کہ جس نے تقویٰ اختیار کیا ہے اور اچھے کام انجام دیئے اس کے لئے کوئی خوف و ہراس نہیں ہے ۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مغفرت کی طرف جلدی کرو اور بہشت کی طرف جلدی کرو کہ جس کا عرض زمین اور آسمان کے برابر ہے اور جو متقیوں کے لئے آمادہ کی گئی ہے ۔

اور فرماتا ہے کہ متقی بہشت میں اور نعمت سے پرودہ زندگی کرتے ہیں اور ان نعمتوں سے کہ جو اللہ تعالیٰ نے انہیں عطا کی ہیں خوش خرم ہیں۔

اسی طرح نہج البلاغہ اور احادیث کی کتابوں میں تقویٰ کو اخلاق کا سردار اور سعادت حاصل کرنے کا بزرگ ترین وسیلہ بتلایا گیا ہے جیسے۔

حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ تقویٰ کو تمام اخلاق کا راس و رئیس قرار دیا گیا ہے۔

رسول خداؐ نے فرمایا ہے کہ صفت ایسی ہے جو اسے نہ چھوڑے اور پکڑے رکھے تو اس کے اختیار میں دنیا اور آخرت ہوگی اور وہ بہشت کو حاصل کرلے گا۔ آپ سے کہا گیا یا رسول اللہؐ ۔وہ صفت کونسی ہے؟ آپ نے فرمایا تقویٰ ہے۔ جو شخص چاہتا ہے کہ تمام لوگوں سے زیادہ عزیز ہو تو تقویٰ کو اپنا پیشہ بنائے آپ نے اس کے بعد یہ آیت پڑھی کہ جو شخص تقویٰ کو اپنا پیشہ قرار دے تو خدا عالم اس کے لئے کشائش قرار دے دیگا اس کے لئے روزی وہاں سے دے گا کہ جس کا اسے گمان تک

نہ ہوگا۔

امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ تقویٰ کو ہاتھ سے نہ جانے دینا کیونکہ وہ تمام خوبیوں اور خیرات کا جامع ہے ۔سوائے تقویٰ کے کوئی اچھائی وجود نہیں رکھتی جو اچھائی تقویٰ کے ذریعے حاصل ہوتی ہے تقویٰ کے بغیر حاصل نہیں ہوسکتی خواہ وہ دنیا کی اچھائی اور نیکی ہو یا آخرت کی۔

امام زین العابدین علیہ السلام سے فرمایا ہے کہ ہر کام شرافت اور قیمت تقویٰ کے واسطے سے ہوتی ہے صرف متقی سعادت اور نجات کو حاصل کرتے ہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تحقیق سعادت اور نجات صرف متقیوں کے لئے ہے حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا ہے خدا کے بندو آگاہ رہو کہ دنیا اور آخرت کی نعمتیں صرف متقی حاصل کرسکتے ہیں۔ دنیا داروں کے ساتھ دنیا کی نعمتوں سے استفادہ کرنے میں شریک ہوتے ہیں لیکن دنیا داروں کے ساتھ آخرت کی نعمتوں میں شریک نہیں ہوتے ۔بہترین طریقے سے دنیا میں زندگی کرتے ہیں اور بہترین طریقوں سے کھانے والی چیزوں سے فائدہ حاصل کرتے ہیں ۔متقی انہیں نعمتوں سے کہ جن سے مالدار اور سرکش اور متکبر استفادہ کرتے ہیں وہ بھی استفادہ کرتے ہیں لیکن وہ بہت زیادہ زادراہ اور منافع لیکر آخرت کے جہان کی طرف منتقل کرتے ہیں۔ دنیا میں زہد کی لذت کو حاصل کرتے ہیں اور علم رکھتے ہیں کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی رحمت کے جوار میں زندگی کریں گے اور جو کچھ خدا سے چاہیں گے دیئے جائیں گے اور ان لذات سے بہرور ہونا ناقص نہیں ہوگا۔

بعض احادیث میں تقویٰ کو نفس کے پاک کرنے اور نفس کی بیماریوں کو شفا دینے والا قرار دیا گیا ہے امیر المومنین فرماتے ہیں۔ یقیناً تقویٰ تمہارے دل کی بیماریوں کا شفا دینے والا دارو ہے اور تمہارے نابینا دل کو روشنی دینے والا ہے اور تمہارے بدن کی بیماریوں کے لئے شفا بخش ہے اور تمہارے سینے کے فساد کا اصلاح کرنے والا ہے اور تمہارے نفس کی کثافتوں کو پاک کرنے والا ہے اور تمہاری دید کے پردوں کو جلا بخشنے والا ہے اور تمہارے اندرونی اضطرابات کو آرام دینے والا اور تمہاری تاریکیوں کو روشن کردینے والا ہے۔

احکام کی غرض تقویٰ ہے

تقویٰ اسلام میں پرارزش اخلاقی اصل اور احکام اسلامی کی تشریع کی غرض بتلائی گئی ہے۔ جیسے

خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے ۔لوگو اپنے پروردگار کی جس نے تمہیں اور تم سے پہلے والے لوگوں کو خلق فرمایا ہے عبادت کرو شاید باتقویٰ ہوجاؤ۔

نیز فرمایا ہے روزہ تم پر ویسے واجب ہوا ہے جیسے تم سے پہلے والوں پر واجب ہوا تھا شاید تم باتقویٰ ہوجاؤ۔

اور فرمایا ہے کہ خون اور قربانیاں خدا کو نہیں پہنچتیں لیکن تمہارا تقویٰ خدا کو پہنچتا ہے اور فرمایا ہے کہ آخرت کے لئے

زادراہ اور توشہ حاصل کرو اور بہترین توشہ اور زادراہ تقویٰ ہے

جیسا کہ ملاحظ فرمارہے ہیں کہ بعض عبادتوں کی غرض بلکہ اصل عبادت غرض یہ تھی کہ لوگ اس کے بجالانے سے باتقویٰ ہوجائیں بلکہ اسلام کی نگاہ میں تقویٰ اس قدر اہمیت رکھتا ہے کہ تمام اعمال کے قبول ہونے کا معیار راس بتلایا گیا ہے اور عمل بغیر تقویٰ کے مردود اور بے فائدہ ہے قرآن مجید میں ہے کہ خداند عالم نیک اعمال کو صرف متقیوں سے قبول کرتا ہے

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابوذر سے فرمایا کہ تقویٰ کے حاصل کرنے میں بہت زیادہ عمل اور کوشش کر کیونکہ کوئی عمل بھی جو تقویٰ کے ساتھ ہو چھوٹا نہیں ہوتا اور کس طرح اسکو چھوٹا شمار کیا جائے جب کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں مورد قبول ہوتا ہے جب کہ خدا قرآن میں فرماتا ہے کہ خدا متقیوں سے قبول کرتا ہے۔ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ کسی کا رونا تجھے دھوکا نہ دے کیونکہ تقویٰ دل میں ہوتا ہے۔

قرآن میں ہے کہ اگر صبر کرو اور تقویٰ رکھتے ہو تو یہ بہت بڑا کام ہے۔

جیسا کہ ملاحظ فرمارہے ہیں کہ قرآن اور احادیث میں تقویٰ ایک اصلی ارزشمند اور آخرت کے لئے بہترین زادراہ اور توشہ ہے اور دل کی اہم بیماریوں کے لئے شفا دینے والا دارو ہے اور نفس کو پاک کرنے والا بہت بڑا وسیلہ بتلایا گیا ہے اس کی اہمیت کے لئے اتنا کافی ہے کہ یہ احکام الٰہی کے جعل اور تشریع غرض اور ہدف قرار پایا ہے اب ہم تقویٰ کی وضاحت کرتے ہیں۔

تقویٰ کی تعریف

عام طور پر تقویٰ کو ایک منفی یعنی گناہوں سے پرہیز اور معصیت سے اجتناب بتلایا جاتا ہے اور یوں گمان کیا جاتا ہے کہ امور اجتماعی میں شرکت کرنے کی وجہ سے تقویٰ کو محفوظ رکھنا ایک بہت مشکل کام بلکہ ایک نہ ہونے والا کام ہے کیونکہ کہ نفس کی سرشت میں گناہوں کی طرف میلان ہونا ہوتا ہے لہذا یا تقویٰ کو اپنائے اور پرہیزگار بنے یا اجتماعی کاموں سے کنارہ کشی کرے یا اجتماعی ذمہ داریوں کو عہدے پر عہدہ برآ ہو اور تقویٰ کو چھوڑے کیونکہ ان دونوں کو اکٹھا رکھنا ممکن نہیں ہوتا۔ اس فکر اور نظریہ کا لازمہ یہ ہے کہ جتنا انسان گوشہ نشین ہوگا اتنا زیادہ تقویٰ رکھنے والا بنے گا۔ لیکن بعض آیات اور احادیث اور نہج البلاغہ میں تقویٰ کو ایک مثبت پر ارزش عمل بتلایا گیا ہے نہ منفی۔

تقویٰ کے معنی صرف گناہوں کا ترک کردینا نہیں ہے بلکہ تقویٰ ایک اندرونی طاقت اور ضبط نفس کی قدرت ہے جو نفس کی دائمی ریاضت میں رکھنے اور پے درپے عمل کرنے سے حاصل ہوتی ہے اور نفس کو اتنا طاقتور بنادیتی ہے کہ وہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے احکام کا مطیع اور فرمانبردار ہوجاتا ہے اور نفس اتنا قوی ہوجاتا ہے کہ نفس غیر شرعی خواہشات کا مقابلہ کرتا ہے اور ثابت قدم ہوجاتا ہے۔ لغت میں بھی تقویٰ اسی معنی میں آیا ہے۔

تقویٰ کا مصدر وقایہ ہے کہ جس کے معنی حفظ اور نگاہداری کے ہیں تقویٰ یعنی اپنے آپ کو محفوظ کرنا اور اپنے نفس پر کنٹرول کرنا ہوتا ہے۔ تقویٰ ایک اثباتی صفت ہے جو حفاظت دیتی ہے اور منفی اور سلبی صفت نہیں ہے۔ تقویٰ یعنی انسان کا عہد کر لینا کہ احکام شریعت اور دستور الٰہی کی اطاعت کرونگا۔ ہر گناہ کے ترک کرنے کا نام تقویٰ نہیں ہے بلکہ ترک گناہ اور کنٹرول کرنے کی قدرت اور طاقت اور نفس کو مضبوط رکھنے کے سرشت اور ملکہ کا نام تقویٰ رکھا جاتا ہے۔ تقویٰ آخرت کے لئے بہترین زاد راہ ہے زادہ راہ اور توشہ ایک مثبت چیز ہے منفی اور صلبی صفت نہیں ہے۔ امیر المومنینؑ کے چند جملات پر غور کیجئے۔ آپؑ فرماتے ہیں اے خدا کے بندو میں تمہیں تقویٰ کی سفارش کرتا ہوں۔ کیونکہ یہ نفس کے لئے ایک مہار ہے جو نفس کی اچھائیوں کی طرف کھینچ لے جاتا ہے۔ تقویٰ کے مضبوط رسے کو پکڑے رکھو اور اس کے حقائق کی طرف رجوع کرو تا کہ تمہیں آرام اور رفاہیت وسیع اور عریض وطن مضبوط پناہ گاہ اور عزت کے منازل کی طرف لے جائے۔

آپ فرماتے ہیں یقیناً تقویٰ آج کے زمانے میں تمہارے لئے پناہ گاہ اور ڈھال ہے اور کل قیامت کے دن کے لئے جنت کی طرف لے جانے کا راستہ ہے ایسا واضح راستہ ہے کہ جس پر چلنے والا فائدہ حاصل کرتا ہے اور ایسی ودیعت ہے کہ جو اسے پکڑنے والے کی حفاظت کرتا ہے۔

اے خدا کے بندو جان لو کہ تقویٰ ایک مضبوط پناہ گاہ ہے۔ فسق اور فجور اور بے تقویٰ ایک ایسا گھر ہے کہ جس کی بنیاد کمزور ہے اور رہنے والے کی حفاظت نہیں کر سکتا اور اس میں پناہ لینے والے کو محفوظ نہیں کر سکتا اور جان لو کہ تقویٰ کے ذریعے گناہوں کی زہر اور ڈنگ کو کاٹا جاسکتا ہے۔ اے خدا کے بندو تقویٰ خدا کے اولیاء کو گناہوں سے روکے رکھتا ہے اور خدا کا خوف ان کے دلوں میں اس طرح بیٹھا دیتا ہے کہ وہ رات کو عبادت اور اللہ تعالیٰ سے راز اور نیاز میں مشغول رہ کر بیدار رہتے ہیں اور دن کو روزہ رکھتے ہیں۔ اور جان لو کہ تقویٰ تمہارے لئے اس دنیا میں پناہ گاہ اور مرنے کے بعد سعادت ہے۔ جیسے کہ آپ نے ان احادیث کو ملاحظ کیا ہے ان میں تقویٰ کو باقیمت اور اہم اور ایک مثبت طاقت اور قدرت بتلایا گیا ہے کہ جو انسان کو روکے رکھتا ہے اور اسکی حفاظت کرتا ہے ایک ایسی طاقت جو کنٹرول کرتی ہے بتلایا گیا ہے کہ تقویٰ حیوان کی مہار اور لگام کی طرح ہے کہ جس کے ذریعے سے انسان کے پرکشش نفس اور اس کی خواہشات پر کنٹرول کیا جاتا ہے اور اسے اعتدال پر رکھا جاتا ہے۔ تقویٰ ایک مضبوط قلعہ کی مانند ہے کہ انسان کو داخلی دشمنوں یعنی ھوی اور ہوس اور غیر شرعی اور شیطانی خواہشات سے محفوظ رکھتا ہے۔ تقویٰ ڈھال کی مانند ہے کہ جو شطانی کے زہر آلودہ تیر اور اس کے ضربات کو روکتا ہے۔ تقویٰ انسان کو ہوی وہوس اور خواہشات نفس کی قید سے آزادی دلواتا ہے اور حرص اور طمع حسد اور شہوت غضب اور بخل وغیرہ کی رسیوں کو انسان کی

گردن سے اتار پھینکتا ہے۔تقویٰ محدود ہو جانے کو نہیں کہتے بلکہ نفس کے مالک اور اس پر کنٹرول کرنے کا نام ہے۔انسان کو عزت اور شرافت قدرت اور شخصیت اور مضبوطی دیتا ہے ۔دل کو افکار شیطانی سے محفوظ کرتا ہے اور فرشتوں کے نازل ہونے اور انوار قدسی الٰہی کے شامل ہونے کے لئے آمادہ کرتا ہے اور اعصاب کو فیضان اور آرام دیتا ہے ۔تقویٰ انسان کے لئے مثل ایک گھر اور لباس کے ہے کہ جو حوادث کی گرمی اور سردی محفوظ رکھتا ہے خداوند عالم قرآن میں ارشاد فرماتا ہے لباس التقویٰ ذلک خبیر تقویٰ ایک قیمتی وجود رکھتا ہے اور آخرت کے لئے زادہ راہ اور توشہ ہے یہ ایک منفی صفت نہیں ہے البتہ قرآن اور حدیث میں تقویٰ خوف اور گناہ کے ترک کے معنی میں بھی استعمال ہوا ہے لیکن یہ تقویٰ کے لوازمات میں سے ہیں نہ یہ کہ تقویٰ خوف اور گناہ کے ترک کے معنی میں بھی استعمال ہوا ہے لیکن یہ تقویٰ کے لوازمات میں سے ہیں نہ یہ کہ تقویٰ کا معنی یہی ہے۔

تقویٰ اور گوشہ نشینی

گوشہ نشینی اور اجتماعی ذمہ داریوں کے قبول نہ کرنے کو نہ صرف تقویٰ کی علامتوں سے شمار نہیں کیا جائیگا بلکہ بعض موارد میں ایسا کرنا تقویٰ کے خلاف ہوگا اسلام میں گوشہ نشینی اور رہبانیت نہیں ہے ۔اسلام انسان کو گناہ سے فرار ہونے کے لئے گوشہ نشینی اور مشاغل کے ترک کرنے کی سفارش نہیں کرتا بلکہ انسان سے چاہتا ہے کہ اجتماعی ذمہ داریوں کو قبول کرے اور امور اجتماعی میں شریک ہو اور پھر اسی حالت میں تقویٰ کے ذریعے اپنے نفس پر کنٹرول کرے اور اسے قابو میں رکھے اور گناہ اور کجروی سے اپنے آپ کو روکے رکھے۔

اسلام یہ نہیں کہتا کہ شرعی منصب اور عہدے کو قبول نہ کرو بلکہ اسلام کہتا ہے کہ اسے قبول کرو اور اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر اللہ تعالیٰ کے بندوں کی خدمت کرو اور صرف منصب اور مقام کا غلام بن کر نہ رہ جاؤ۔اور اپنے منصب اور عہدے کو نفسانی خواہشات اور شہوات کے لئے وسیلہ قرار نہ دو اور حق کے راستے سے نہ ہٹو۔اسلام نہیں کہتا کہ تقویٰ حاصل کرنے کیلئے کام اور کاروکسب سے ہاتھ اٹھالو اور حلال رزق طلب کرنے کے لئے کوشش نہ کرو بلکہ اسلام کہتا ہے کہ دنیا کے قیدی اور غلام نہ بنو۔اسلام نہیں کہتا کہ دنیا ترک کردے اور عبادت میں مشغول ہو جانے کے لئے گوشہ نشین ہو جا بلکہ اسلام کہتا ہے کہ دنیا میں زندگی کر اور اس کے آباد کے لئے کوشش کر لیکن دنیا اور اس کا فریفتہ اور عاشق نہ بن بلکہ دنیا کو اللہ تعالیٰ سے تقرب اور سیر وسلوک کے لئے قرار دے اسلام میں تقویٰ سے مراد یہی ہے کہ جسے اسلام نے گراں بہا اور بہترین خصلت بتلایا ہے۔

تقویٰ اور بصیرت

قرآن اور احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ تقویٰ انسان کو صحیح بصیرت اور بنیش دیتا ہے تاکہ دنیا اور آخرت کی واقعی مصلحتوں کو معلوم کر سکے اور اس پر عمل کرے جیسے۔

خداوند عالم قرآن میں فرماتا ہے ۔اے ایمان والو اگر تقویٰ کو پیشہ قرار دو تو خدا تمہارے لئے فرقان قرار دے گا یعنی بصیرت کی دید اور شناخت عطا کرے گا تا کہ سعادت اور بدبختی کی مصلحتیں اور مفسدوں کو پہنچان سکو۔ایک اور آیت میں ہے کہ صاحب تقویٰ بنو تا کہ علوم کو تم پر نازل کیا جائے اور ز اللہ تعالیٰ ہر چیز کا علم رکھتا ہے۔

اگر چہ قرآن تمام لوگوں کیلئے نازل ہوا ہے لیکن صرف متقی ہیں جو ہدایت دیئے جاتے ہیں اور نصیحت حاصل کرتے ہیں۔

اسی لئے قرآن لوگوں کے لئے بیان ہے اور اہل تقویٰ کے لئے ہدایت اور نصیحت۔

امیر المومنین علیہ السلام فرماتے ہیں کہ تقویٰ دل کی بیماریوں کے لئے شفا دینے والی دواء ہے اور دل کی آنکھ کے لئے بینائی کا سبب ہے۔

پیغمبر علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر شیطان کا آدم کی اولاد کے دل کے اردگرد چکر لگانا نہ ہوتا تو وہ عالم ملکوت کا مشاہدہ کر لیتے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنے پدر بزرگوار سے نقل کیا ہے کہ دل کے فاسد ہو جانے کے لئے گناہ کے بجالانے سے زیادہ اور کوئی چیز نہیں ہوتی۔دل گناہ کے ساتھ جنگ میں واقع ہو جاتا ہے۔یہاں تک کہ گناہ اس پر غلبہ حاصل کر لیتا ہے اور اسے اوپر نیچے کر دیتا ہے یعنی پچھاڑ دیتا ہے۔

اس قسم کی آیات اور روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ تقویٰ عقل کی بینائی اور بصیرت کا سبب بنتا ہے اور سمجھنے اور سوچنے کی قوت کو طاقت ور بناتا ہے اور عقل ایک گوہر گران بہا ہے جو انسان کے وجود میں رکھدیا گیا ہے تا کہ اس کے ذریعے مصالح اور مفاسد خیرات اور شرور سعادت اور شقاوت کے اسباب خلاصہ جو ہونا چاہئے اور جو نہ ہونا چاہئے کو اچھی طرح پہچان سکے اور تمیز دے سکے۔امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ بدن میں عقل حق کا رسول ہے۔

جی ہاں اس طرح کی رسالت اور پیغام عقل کے کندھے پر ڈال دی گئی ہوئی ہے اور وہ اس کے بجالانے کی قدرت بھی رکھتا ہے لیکن یہ اس صورت میں کہ جسم کی تمام طاقتیں اور غرائز عقل کی حکومت کو قبول کریں اور اس کی مخالفت اور اس کے احکام کی خلاف ورزی نہ کریں۔خواہشات ہوس اور ہوس عقل کے دشمن ہیں عقل کو ٹھیک کام انجام نہیں دینے دیتے۔

نیز آپ نے فرمایا جو شخص اپنے نفس کی خواہشات کا مالک نہیں ہوتا وہ عقل کا مالک بھی نہیں ہوگا۔

آپ نے فرمایا ہے کہ لجبار اور ضدی انسان صحیح فکر اور فیصلہ نہیں کر سکتا۔یہ تو درست ہے کہ بدن پر حکومت اور اس کا چلانا عقل کے سپرد کیا گیا ہے اور عقل اس کی طاقت بھی رکھتا ہے لیکن خواہشات اور غرائز نفسانی اس کے لئے بہت بڑی مانع اور رکاوٹ ہیں اگر ایک غریزہ یا تمام غرائز اعتدال کی حالت سے خارج ہو جائیں اور بغاوت اور طغیان کر لیں اور کام نہ کریں تو پھر عقل کیسے اپنی ذمہ داریوں کے انجام دینے

میں کامیاب ہوسکتی ہے۔ اس طرح کا انسان عقل تو رکھتا ہے لیکن بغیر سوچ اور فکر والا۔ چراغ موجود ہے۔ لیکن خواہشات اور شہوات اور غضب نے سیاہ بادل یا کہر کی طرح اسے چھپا رکھا ہے اس کے نور کو بجھا دیا ہے اور واقعات کے معلوم کرنے سے روک دیا ہے۔ ایک شہوت پر انسان کس طرح اپنی واقعی مصلحتوں کو پہچان سکتا ہے اور شہوت کے طغیان اور سرکشی کی طاقت کو قابو کرسکتا ہے؟ خود پسند اور خود بین انسان کس طرح اپنے عیوب کو پہچان سکتا ہے تا کہ ان کے درست کرنے کی فکر میں جائے؟ اسی طرح دوسری بری صفات جیسے غصہ حسد طمع کینہ پروری تعصب اور ضد بازی مال اور جاہ وجلال کا منصب مقام ریاست اور عہدہ ان تمام کو کس طرح وہ اپنے آپ سے دور کرسکتا ہے؟ اگر ان میں سے ایک یا زیادہ نفس پر مسلط ہو جائیں تو پھر وہ عقل عملی کو واقعات کے پہچاننے سے روک دیتی ہیں اور اگر عقل ان کی خلاف عمل کرنا بھی چاہئے تو پھر اس کے سامنے رکاوٹیں کھڑی کر دیتی ہیں اور داد وفریاد شروع کر دیتی ہیں اور عقل کے محیط کو تاریک کر دیتی ہیں اور اسے اپنی ذمہ داری کے انجام دینے سے کمزور کر دیتی ہیں جو انسان ہوی اور ہوس اور خواہشات کا قیدی بن جائے اور پھر وہ وعظ اور نصیحت سے بھی کوئی نتیجہ حاصل نہیں کر سکے گا بلکہ قرآن اور مواعظ اس کے دل کی قساوت کو اور زیادہ کر دیں گے لہذا تقویٰ کو بصیرت روشن بینی اور وظیفہ شناسی کا بہترین اور موثر ترین عامل شمار کیا جاسکتا ہے۔

آخر میں اس بات کی یاد دھانی ضروری اور لازم ہے کہ تقویٰ عقل عملی او ذمہ داریوں کی پہچان اور یہ جاننا کہ کیا کرنا چاہئے اور کیا نہیں کرنا چاہئے۔ بصیرت کی زیادتی کا موجب ہے نہ صرف عقل کے حقائق کو جاننے اور پہچاننے کے لئے کہ جسے اصطلاحی لحاظ سے عقل نظری کہا جاتا ہے کیونکہ اس طرح نہیں ہوتا کہ جو انسان تقویٰ نہیں رکھتا وہ ریاضی اور طبعی کے مسائل سمجھنے سے عاجز رہتا ہے اگر چہ تقویٰ سمجھنے اور ہوش اور فکر کے لئے بھی ایک حد تک موثر واقع ہوتا ہے۔

تقویٰ اور مشکلات پر قابو پانا

تقویٰ کے آثار میں سے ایک اہم اثر زندگی کی مشکلات اور سختیوں پر غلبہ حاصل کر لینا ہے جو بھی تقویٰ پر عمل کرے گا خداوند عالم اس کی مشکلات کے دور ہونے کا کوئی نہ کوئی راستہ نکال دے گا اور ایسے راستے سے کہ جس کا اسے گمان تک نہ ہوگا اسے روزی فراہم کر دے گا خداوند عالم فرماتا ہے۔ کہ جس نے تقویٰ پر عمل کیا خداوند عالم اس کے کام آسان کر دیتا ہے۔ امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا کہ جو شخص تقویٰ پر عمل کرے گا تو اس کی سختیاں اور مشکلیں جب کہ نزدیک تھا کہ اس پر وارد ہو جائیں دور ہو جائیں گی تلخیاں اس کے لئے شیرین ہو جائیں گی مشکلات کی لہریں اس کے سامنے پھٹ جائیں گی اور سخت سے سخت اور دردناک کام اس کے لئے آسان ہو جائیں گے۔

اس قسم کی آیات اور روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ

مشکلات کے حل ہونے اور ان پر غلبہ حاصل کرنے میں تقویٰ انسان کی مدد کرتا ہے۔ اب دیکھا جائے کہ تقویٰ ان موارد میں کیا تاثیر کرسکتا ہے۔ زندگی کی سختیوں اور مشکلات کو بطور کلی دو گروہ میں تقسیم کیا جاسکتا ہے پہلا گروہ۔ وہ مشکلات کہ جن کا حل کرنا انسان کے اختیار میں نہیں جیسے کسی عضو کا نقص اور ایسی بیماریوں میں مبتلا ہونا کہ جو لاعلاج ہیں اور ایسے خطرات کہ جن کی پیشگوئی نہیں کی جاسکتی اور اس طرح کی دوسری مشکلات کہ جنہیں روکنا اور دور کرنا انسان کے امکان اور قدرت سے باہر ہے۔

دوسرا گروہ۔ ایسی مشکلات اور سختیاں کہ جن کے دور کرنے اور پیش بینی کرنے میں ہمارا ارادہ موثر واقع ہوسکتا ہے۔ جیسے اکثر نفسیاتی اور جسمی گھریلو اور اجتماعی اور کاروکسب کی بیماریاں وغیرہ۔

تقویٰ ان دونوں مشکلات کے حل میں ایک مہم کردار ادا کرسکتا ہے۔ گرچہ پہلے مشکلات کے گروہ کو روکنا اور ان کو دور کرنا ہمارے لئے عملی طور سے ممکن نہیں ہوتا لیکن ان مشکلات کے ساتھ کس طرح عمل کیا جائے یہ ہمارے اختیار میں ہوتا ہے۔ وہ انسان جو باتقویٰ ہے اور اپنے نفس کی حفاظت کے لئے پوری طرح تسلط رکھتا ہے اور دنیا کے مشکلات اور خود دنیا کو فانی اور ختم ہونے والا سمجھتا ہے اور آخرت کی زندگی کو حقیقی اور باقی رہنے والی زندگی سمجھتا ہے۔

اور اللہ تعالیٰ کی ذات لایزال کی قدرت پر اعتماد کرتا ہے۔ دنیا کے واقعات اور مشکلات کو معمولی اور وقتی جانتا ہے اور ان پر جزع اور فزع نہیں کرتا تو ایسا انسان اللہ تعالیٰ کی مشیت کے سامنے سر تسلیم خم کردے گا۔ تقویٰ والا انسان آخرت کے جہان اور خدا سے مانوس اور عشق کرتا ہے ایسے انسان کے لئے گذر جانے والی مشکلات اور واقعات اس کی روح اور دل کے سکون کو مضطرب اور پریشان نہیں کرسکیں گے کیونکہ خود مشکلات اور حوادث اور مصائب درد نہیں لاتیں بلکہ نفس کا انہیں برداشت اور تحمل نہ کرسکنا۔ انسان کیلئے ناراحتی اور ناآرامی کو فراہم کرتا ہے۔ اور اس کے لئے تقویٰ انسان کے لیئے زیادہ مدد کرسکتا ہے۔

دوسرا گروہ۔ اکثر مشکلات اور سختیاں کہ جو انسان کی زندگی کو تلخ کردیتی ہیں ہماری بری عادات او انسانی ہوی اور ہوس اور خواہشات کی وجہ سے ہم پروارد ہوتی ہیں اور یہی بری صفات ان کا سبب بنتی ہیں۔ گھریلو زندگی کے اکثر مشکلات کو شوہر یا بیوی یا دونوں خواہشات نفسانی پر مسلط نہ ہونے کی وجہ سے وجود میں لاتے ہیں اور اس آگ میں جلتے رہتے ہیں۔

جسے خود انہوں نے جلایا ہے اور پھر واویلا اور آہ و فریاد کرتے ہیں اور جزع اور فزع رد خورد کرتے ہیں۔

دوسری مشکلات بھی اکثر اسی وجہ سے وجود میں آتی ہیں۔ برا اخلاق جیسے حسد۔ کینہ پروری' انتقام لینا' ضد بازی' تعصب 'خود پسندی' اور خود بینی' طمع' بلند پروازی' تکبر وغیرہ وہ بری

بقیہ صفحہ نمبر ۴۰ پر ملاحظہ فرمائیں

اخبار غم

جناب مولانا آصف حسین کو صدمہ

ا۔ مولانا آصف حسین اور حیدر عباس سفیر سلطان المدارس الاسلامیہ سرگودہا کی خوش دامن رضائے الٰہی سے وفات پا گئی ہیں اللہ تعالیٰ مرحومہ کی مغفرت فرمائے اور پسماندگان کو صبر و اجر سے نوازے

۲۔ جناب الحاج مولانا سید نذر حسین شاہ صاحب خطیب جمعہ و جماعت چک نمبر 18 شمالی تحصیل بھلوال کے والد گرامی طویل علالت کے بعد رضائے الٰہی سے وفات پا گئے ہیں اللہ تعالیٰ مرحوم کی بخشش فرمائے اور جوار معصومین جگہ عنایت فرمائے۔

۳۔ جناب محمد خان (ملازم علامہ نجفی صاحب قبلہ) کا بھائی محمد یوسف نبی شاہ بالا تحصیل بھلوال میں رضائے الٰہی سے وفات پا گیا ہے اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے اور پسماندگان کو صبر کی توفیق عطا فرمائے۔

۴۔ سید تبسم رضا ولد سید قاسم رضا شاہ آف شاہ پور سیداں ضلع چکوال عالم شباب میں اپنے والدین اور اقرباء کو داغ مفارقت دے گئے ہیں اللہ تعالیٰ مرحوم کو جوار آئمہ معصومین میں جگہ عطا فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل اور اجر جزیل عطا فرمائے۔

دعا برائے صحت یابی

ا۔ جناب مولانا سید محمد حسین زیدی برتی آف چنیوٹ کافی عرصہ سے بیمار ہیں مومنین سے التماس ہے ان کی صحت یابی کیلئے دعا فرمائے۔

۲۔ مولانا شمیم السبطین آف ماڑی انڈس بیمار ہیں۔ مومنین ان کی صحت یابی کیلئے دعا فرمائے۔

الحاج سید جعفر رضا گردیزی کے والد الحاج سید محمد باقر گردیزی ملتان میں وفات پا گئے ہیں، خداوند عالم مرحوم کے درجات بلند فرمائے۔ (آمین) ادارہ تمام مرحومین کے ورثاء کے غم میں برابر کا شریک ہے۔

بقیہ صفحہ ۳۹

صفات ہیں کہ انسان کے لئے مشکلات اور مصائب غم اور غصہ وجود میں لاتی ہیں اور بہترین اور شیریں زندگی کو تلخ اور بے مزہ کر دیتی ہیں۔ ایسا شخص اتنا عاجز ہو جاتا خواہشات نفسانی کا قیدی ہو چکا ہوتا ہے کہ وہ اپنے درد اور اس کی دواء کے پہچاننے سے عاجز ہو جاتا ہے۔ سب سے بہترین چیز جو ان حوادث کے واقع ہونے کو روک سکتی ہے وہی تقویٰ ہے اور اپنے نفس پر کنٹرول کرنا اور اس کی حفاظت کرنا ہے۔ متقی انسان کے لئے اس طرح کے دردناک واقعات بالکل پیش ہی نہیں آتے وہ سکون قلب اور آرامشو اطمینان سے اپنی زندگی کو جاری رکھتا ہیا اور آخرت کے لئے توشہ و رزاد راہ حاصل کرتا ہے دنیا و مافیہا کا عاشق او فریفتہ نہیں ہوتا تاکہ اس کے نہ ہونے سے رنج اور تکلیف کو محسوس کرے۔ امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ دنیا کی محبت سے پرہیز کر کیونکہ یہ دنیا کی ہر مصیبت کی جڑ اور ہر تکلیف کی کان ہے۔

اہل ایمان کیلئے عظیم خوشخبری

ہم انتہائی مسرت کے ساتھ اعلان کرتے ہیں کہ حضرت آیت اللہ علامہ شیخ محمد حسین نجفی کی شہرۂ آفاق تصانیف بہترین طباعت کے ساتھ منصۂ شہود پر آچکی ہیں۔

۱۔ **فیضان الرحمن فی تفسیر القرآن** کی مکمل ۱۰ جلدیں موجودہ دور کے تقاضوں کے مطابق ایک ایسی جامع تفسیر ہے جسے بڑے مباحات کے ساتھ برادران اسلامی کی تفاسیر کے مقابلے میں پیش کیا جاسکتا ہے مکمل سیٹ کا ہدیہ صرف دو ہزار روپے۔

۲۔ **زاد العباد لیوم المعاد** اعمال وعبادات اور چہاردہ معصومین کے زیارات، سر سے لیکر پاؤں تک جملہ بدنی بیماریوں کے روحانی علاج پر مشتمل مستند کتاب منصہ شہود پر آگئی ہے۔

۳۔ **اعتقادات امامیہ** ترجمہ رسالہ لیلیہ سرکار علامہ مجلسیؒ جو کہ دو بابوں پر مشتمل ہے پہلے باب میں نہایت اختصار وایجاز کے ساتھ تمام اسلامی عقائد واصول کا تذکرہ ہے اور دوسرے باب میں مہد سے لیکر لحد تک زندگی کے کام انفرادی اور اجتماعی اعمال وعبادات کا تذکرہ ہے تیسری بار بڑی جاذب نظر اشاعت کے ساتھ مزین ہوکر منظر عام پر آگئی ہے ہدیہ صرف تیس روپے۔

۴۔ **اثبات الامامت** آئمہ اثنا عشر کی امامت وخلافت کے اثبات پر عقلی ونقلی نصوص پر مشتمل بے مثال کتاب کا پانچوں ایڈیشن

۵۔ **اصول الشریعہ** کا نیا پانچواں ایڈیشن اشاعت کے ساتھ مارکیٹ میں آگیا ہے ہدیہ ڈیڑھ سو روپے۔

۶۔ **تحقیقات الفریقین** اور **اصلاح الرسوم** کے نئے ایڈیشن قوم کے سامنے آگئے ہیں۔

۷۔ **قرآن مجید مترجم** اردو مع خلاصۃ التفسیر منصۂ شہود پر آگئی ہے جسکا ترجمہ اور تفسیر فیضان الرحمن کا روح رواں اور حاشیہ تفسیر کی دس جلدوں کا جامع خلاصہ ہے جو قرآن فہمی کے لئے بے حد مفید ہے۔ اور بہت سی تفسیروں سے بے نیاز کردینے والا ہے۔

۸۔ **وسائل الشیعہ** کا ترجمہ تیرہویں جلد بہت جلد بڑی آب وتاب کے ساتھ قوم کے مشتاق ہاتھوں میں پہنچنے والا ہے۔

۹۔ **اسلامی نماز** کا نیا ایڈیشن بڑی شان وشکوہ کے ساتھ منظر عام پر آگئی ہے۔

منجانب
منیجر مکتبۃ السبطین 296/9 بی سیٹلائٹ ٹاؤن سرگودہا

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا

- جب رزق اللہ کے ذمے ہے تو اتنا اہتمام کیوں؟
- جب رزق کی تقسیم عمل میں آچکی ہے تو حرص کیوں؟
- جب حساب برحق ہے تو مال کی جمع آوری کیوں؟
- جب صدقہ کا نعم البدل مال اللہ نے دینا ہے تو بخل کیوں؟
- جب اللہ نے دوزخ کو سزا کے لئے مقرر فرمایا ہے تو نافرمانی کیوں؟
- جب موت برحق ہے تو خوشی کیوں؟
- جب خدا کے حضور پیشی برحق ہے تو مکاری کیوں؟
- جب صراط سے گزرنا برحق ہے تو خودپسندی کیوں؟
- جب ہر چیز قضا و قدر سے ہوتی ہے تو افسوس کیوں؟
- جب دنیا فانی ہے تو اس کا سہارا کیوں؟